الحکم

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

اِنَّهٗ اٰوَى الْقَرْيَة

Digitized by Khilafat Library

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

(۱) عوام سے ۵ (۲) خواص و معاونین سے عـ (۳) ہندوستان سے باہر سے (۴) غیر مذاہب والوں سے ۱۲ (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۱۲
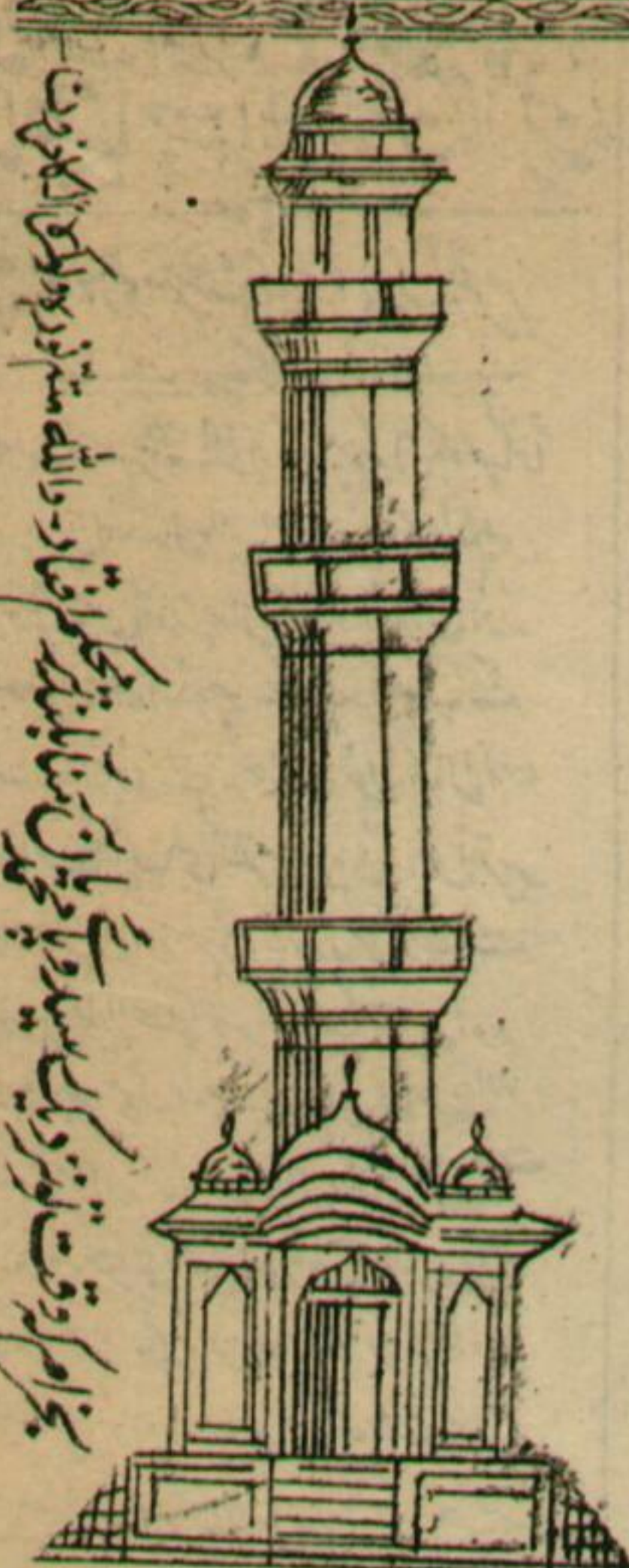
نمبر ۲۲ | قادیان دار الامان مورخہ ۲۴ - جون سنہ ۱۹۰۶ء مطابق یکم جمادی الاول ۱۳۲۴ھ | جلد ۱۰

فہرست مضامین

تازہ الہامات

۱۹ - جون سنہ ۱۹۰۶ء

میاں منظور محمد کے اُس بیٹے کے نام جو بطور نشان ہوگا - بذریعہ الہام الٰہی مفصلہ ذیل معلوم ہوئے -

(۱) کلمۃ العزیز - (۲) کلمۃ اللہ خاں
(۳) وارڈ - (۴) بشیر الدولہ -
(۵) شادی خاں (۶) عالم کباب -
(۷) ناصر الدین - (۸) فاتح الدین
(۹) ھٰذا یوم مبارک

دار الامان کا ہفتہ

۱- گرمی کی شدت موسم میں حبس سخت ہے کسیقدر تقاطر ہوا ہے
۲- حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کو پاؤں پر ورم کیوجہ سے تکلیف رہی اللہ تعالےٰ شفاءِ عاجل عطا فرمادے -
۳- حقیقت الوحی حضرت اقدس کی تازہ تصنیف چھپنی شروع ہوگئی -

نیک تحریک اور اظہار خوشی کا مبارک طریق

ذیل میں مکرمی خانصاحب عبد المجید خان صاحب کا ایک خط درج کرتا ہوں - جو انہوں نے عزیز نصیر احمد صاحب کی ولادت پر حضرت اقدس کو بھیجا -

اگر ہم اسطرح خوشیاں منائیں تو قوم کے لئے مفید ہو - کیا عجب خانصاحب کی عملی تحریک بابرکت ہو - (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب عالی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مرزا میاں محمود احمد صاحب کے گھر میں بموجب پیشگوئی مولود مسعود کے پیدا ہونے کی حضور کو مبارکباد دیتا ہوں - الحمد للہ - چونکہ عاجز قادیان میں موجود نہیں - اسلئے بجائے مٹھائی کے صہ حضور کی خدمت میں روانہ ہیں اس مٹھائی کو منظور فرما کر عاجز کو ممنون فرما دیں - یہ خوشی معمولی خوشی نہیں - عاجز نے اسی خوشی میں یہاں پر احباب کو کھانے کی دعوت کی ہے چونکہ اس خوشی میں ایک زندہ خدا کا نشان ہے اسلئے یکم جون سنہ ۱۹۰۶ء سے آخیر مئی سنہ ۱۹۰۷ء تک کے لئے تہرڈ مڈل کے غریب وہوشیار طالب علم کے لئے تے ر ماہوار کا وظیفہ سال بھر کے لئے دوں گا - خواہ سال بھر کا وظیفہ ۳۶ پیشگی لے لیا جاوے خواہ ماہ بماہ لینا منظور ہو تو بلا ناغہ ماہواری تے ماہوار مدرسہ کے پریذیڈنٹ کے نام روانہ کرتا رہوں گا - بصد حرص التجا ہے کہ اس آرزو کو بھی منظور فرما کر فخر بخشا جاوے -

حضور کا عاجز غلام
بندہ عبد المجید اسسٹنٹ انچارج اصطبل سرکاری کپور تھلہ

ایک اور بھی ہے

مندرجہ بالا خط جبکہ میں نے اخبار میں شائع کرنے کے لئے بھیجا تو دوسرے ہی دن میرے عزیز بھائی میاں **رحمت اللہ صاحب سبزی فروش بنگہ** ضلع جالندھر نے جو ایک مخلص اور سرگرم احمدی ہیں مجھے دو روپیہ اسی خوشی کی تقریب میں بھیجے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ نصیر احمد کی پیدائش خدا تعالےٰ کا ایک نشان اور ہمارے امام کی سچائی کا ثبوت ہے - یہ دو روپیہ قبول کئے جاویں اور حضرت حجۃ اللہ کے حضور پیش کر دیئے جاویں - جزاہ اللہ احسن الجزا -

امرتسر کے ہیڈ آفس میں اندھیر

مجھے تازہ ترین خبر پہونچی ہے کہ امرتسر کے ہیڈ آفس کی وہ کتاب جس پر مہریں لگائی جاتی ہیں گم ہوگئی ہے سپرنٹنڈنٹ امرتسر ڈویژن فوری نوٹس لیں ورنہ اس کتاب کا جلد طیار کر لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے یہ صاحب بابو متھرا داس صاحب کی احتیاط اور ہوشیاری کا ثبوت - پھر کہا جاتا ہے کہ ایسے ذمہ وار ہیڈ آفس میں انہیں ضرور رکھا جاوے (مفصل پھر)

اطلاع

۳۰ - جون سنہ ۱۹۰۶ء کا الحکم بقایا داران کے نام وی پی ہوگا - واپس کرنیکے عذرات اچھے نہیں مطبع کی ضروریات پر نظر کرنی چاہئے ÷

مخصوص ہیں

دار چینی - اس کو عربی میں قرفہ کہتے ہیں - فقط ملیبار اور سیلان میں پیدا ہوتی ہے - قدیم الایام میں بھی پیدا ہوتی تھی - مگر اب نہیں -

فلفل - اسکو مرچ کہتے ہیں - ملاقہ بنگالہ دکن میں پیدا ہوتی ہے - ہند کے دیگر شہروں کے بہ نسبت ملیبار میں اس کی پیدایش بہت ہی زیادہ ہے - اسی وجہ سے عرب اسکی دار الفلفل کہتے ہیں - مارکوپولو جو تیرہویں صدی مسیحی کا مشہور سیاح ہے - لکھتا ہے کہ چین میں بہت ہی بڑی گول سفید مرچ پیدا ہوتی ہے

ناریل صرف ملیبار اور سیلان میں پیدا ہوتا ہے - گوگل (مقل عربی - بوے جہوداں فارسی) صرف جنوبی ہند میں پیدا ہوتا ہے اس کی خوشبو کو یہودی لوگ استعمال کرتے ہیں یہ رسم ان میں قدیم الایام سے ہے - اس کی وجہ سے ایرانی اس کو بوئے جہوداں کہتے ہیں اہل عرب اسکو یہودیوں کے لئے مخصوص تصور کیا کرتے تھے

لوبان کی پیدایش بھی ہندوستان جنوبی سے مخصوص ہے - لوبان ایک قسم کا خوشبودار گوند ہے آگ پر رکھنے سے کافور کی طرح اڑ جاتا ہے - ابوالفضل لکھتا ہے کہ لوبان یمن میں بھی پیدا ہوتا ہے - جو کندر کہلاتا ہے - لیکن اس میں خوشبو نہیں ہوتی ہے

عنبر - جزائر الہند - اور مدغاشقر (میڈگاسکر) میں پیدا ہوتا ہے - اگرچہ یمن میں بھی اسکی پیدایش ہے - لیکن بہت ہی کم عنبر کی ماہیت میں اختلاف ہے - بوعلی سینا لکھتا ہے - کہ سمندر کی تہ میں پتھر کی تہ سے کوئی چیز مومیائی یا قیر کی طرح اُبل کر نکلتی ہے اور تلاطم امواج مد و جزر کے باعث سے اُوپر آجاتی ہے - اور بہتے بہتے خشکی پر آجاتی ہے - بعض کہتے ہیں کہ دریا میں ایک گائے ہوتی ہے اُس کے گوبر کو عنبر کہتے ہیں چنانچہ سعدی کہتا ہے -

گو بے ہنر بہ مال کند کبر بر حکیم
کون خرش شمار اگر گاؤ عنبر است

لونگ - جوز - جوتری - الایچی ملیبار میں پیدا ہوتی ہیں - کافور جزائر الہند اور چین الصین میں ہوتا ہے -

عود کی پیدایش ہندوستان اور سیام سے مخصوص ہے - چونکہ عرب اسکو ہند سے لیتے تھے - اس وجہ سے اسکا نام ہی انہوں نے عود ہندی رکھ دیا تھا

ریشم - چین میں ہوتا ہے - یہ چین کی قدیم اور وطنی پیدا وار ہے مسیح سے اڑہائی ہزار برس قبل بھی چین میں اس کا رواج پایا گیا ہے - قدیم زمانہ میں ریشمی کپڑے صرف چین ہی میں بنتے تھے -

عاج صرف سیلان - جنوبی ہند افریقہ میں ہوتا ہے - اور ختن - ترکستان - تبت مغربی چین میں ہوتا ہے - تمر ہندی - کی پیدایش جنوبی ہند سے مخصوص ہے - سیس کی کانیں قدیم زمانہ میں مشرقی چین ہندوستان میں تھیں -

سیماب چین میں ہوتا ہے
چینی کے برتنوں کی ساخت قدیم الایام سے چین سے مخصوص چلی آتی ہے - ابن بطوطہ لکھتا ہے - کہ چین الصین میں چینی کے قدیم زمانہ سے ہیں اور یہیں ظروف چینی بنتے ہیں

قدیم زمانہ میں شیشہ و آلات یونان و روم میں بنتے تھے - عرب کا بیشتر حصہ پتھریلا

عربستان کے پیداوار

اور ریتلا ہے - جنوبی اور مغربی کناروں پر کوہستان کا سلسلہ چلا گیا ہے - جس میں کہیں کہیں سرسبز گلستان بھی ہیں - جو حصے قدرتی زرخیز ہیں وہ زیادہ وسط اور جنوب میں واقع ہیں - عرب میں زیادہ تر یہی قطعات ہیں - جو کثیر النمو نباتات کی بہتات کی وجہ سے بار آور اور سرسبز ہیں - اور یہاں اصل و حیوان کی نسل ترقی پذیر ہے

قہوہ - خرما - بلسان - عرب کی مخصوص پیداوار ہیں - علاوہ ان کے مختلف قسم کے درخت خوشبودار بوٹیاں بھی پیدا ہوتی ہیں - نیز قیمتی معدنیات کی کانیں بھی اس سرزمین میں پائی جاتی ہیں

توراۃ سے معلوم ہوتا ہے - کہ یمن میں جو سونا خوشبودار اشیا جواہرات پیدا ہوتے تھے نہایت عمدہ اور نایاب ہوتے تھے - ان کی مثل عمدہ اشیا اقصائے عالم میں نہیں ملتی تھیں [4]

نباتات - مصنف صناجۃ الطرب نے عرب کے نباتاتی پیدا وار کی جو فہرست دی ہے وہ یہ ہے

طرفاء	جہاؤ	دوم	گوگل
صفصاف	بید	حناء	مہندی
زنجبیل	ادرک	یاسمین	چنبیلی
فل	نیلوفر	تمر ہندی	املی
نخل	خرما	قصب	بانس
حنطلہ	گیہوں	شعیر	جو
فوت	مجیٹھ	بن	قہوہ
تبغ	تمباکو	نفنغ	[illegible]
فلفل	مرچ	بادنجان	بینگن
صبر	ایلوا	رمان	انار
بغوز	بادام	فستق	پستہ
مشمش	زرد آلو	تفاح	سیب
سفرجل	بہی	لیموں	لیموں
تین	انجیر	ورد	گلاب
شقایق	لالہ	خزام	گل سوسن خوشبودار
بنفسج	بنفشہ	نرجس	نرگس
نیلہ	.	خروع	ارنڈ
تشلہ	کہیر	بلیلج	کنگرہی
موز	مویز	منقی	مشہور
طلع	.	نارجیل	ناریل
لبان	لوبان	ادبیر	.

(بقیہ حاشیہ) ملکہ سبا نے ایکسو بیس قنطار سونا اور بہت سے خوشبویات - قیمتی جواہرات اپنے مالک کے سلیمان کو بادشاہ کو دی - اور پھر ایسی عمدہ خوشبوئیں جواہرات وغیرہ سلیمان کو کہیں بھی میسر نہوئیں جیسے ملکہ سبا نے دی تھیں

دیکھو آصفی

صادق کی مخالفت سے ضرور سلب ایمان ہو جاتا ہے

الحکم کی اسی اشاعت میں متکلم کون ہے؟ کے عنوان سے ناظرین ایک چھوٹا سا مضمون پڑھینگے اور وہ یقیناً میرے ساتھ متفق ہونگے کہ آج کل یہی حالت ہمارے مخالفوں کی ہو رہی ہے مگر میں انہیں اس سے بھی عجیب تر اور خوفناک بات سناتا ہوں کہ جب انسان صادق کے مقابلہ کے لئے اٹھتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کا ایمان بالکل سلب ہو جاتا ہے - ہمارے نئے مخالف ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب نے اپنا پمفلٹ شایع کیا جس پر میں نے ایک کھلا خط ان کے نام الحکم میں چھاپا اس کا جواب ڈاکٹر صاحب اب تک نہیں دے سکے + اس پمفلٹ کی اشاعت کے بعد انہیں اپنے زعم میں توقع تھی کہ شاید وہ سب سے خطرناک دشمن سلسلہ کے ہیں اور بس ان کے رسالہ کی اشاعت کی دیر ہے اور ہزاروں احمدی اور لاکھوں غیر احمدی انہیں اپنا پیشوا اور امام سمجھ لیں گے مگر جس نفرت سے ایسے دیکھا گیا ہے ایسے ڈاکٹر صاحب بھی خوب جانتے ہیں اور جیسی ناکامی اور نامرادی انہیں پیش آئی وہ ام نشرح ہے اس ناکامی نے ہارے ہوئے جواری کی طرح ان کے دل میں کچھ اور جلن پیدا کی اور وہ امرتسر اور ڈری سے چل کر لاہور پہونچے تاکہ وہاں سلسلہ عالیہ کے خلاف لیکچر بازی کریں - چنانچہ لاہور میں انہوں نے دو لیکچر دے ان لیکچروں میں انہیں جو ناکامی ہوئی وہ لاہور کی پبلک سے پوشیدہ نہیں لیکن مسٹر محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار چونکہ صدر مجلس تھے اس لئے اگر وہ ان کے لیکچر کا کامیابی سے ہونا بیان نہ کریں تو گویا اپنی ہتک اپنے قلم سے کریں - مگر پیسہ اخبار کے ایڈیٹر کی چالاکی قابل تعریف ضرور ہے - کہ آپ نہیں ظاہر کرتے اس جلسہ میں کتنے آدمی تھے - خیر مجھے اس سے بحث نہیں کہ کس قدر آدمیوں کی حاضری میں لیکچر ہوا - میں مختصر طور پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں - کہ صادق کا بدبخت مخالف اپنی مخالفت کیوجہ سے کیونکر ایمان سے دور چلا جاتا ہے

اور اس کی پروا نہیں کرتا کہ میں جھوٹ بولتا ہوں یا سچ - ڈاکٹر عبد الحکیم صاحب نے اپنے پمفلٹ میں ظاہر کیا تھا کہ محض اقرار توحید نجات کے لئے کافی ہے - تعجب کی بات ہے کہ لاہور کے جلسہ میں کسی نے اس سے نہیں پوچھا کہ بنائے مخالفت پر ہی تو آپ بحث کریں جو بنائے مخالفت ڈاکٹر صاحب نے اپنے رسالہ میں لکھی ہے - اس لیکچر میں جو کچھ بیان کیا ہے - یہ وہ بازاری اعتراضات ہیں - جو بارہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوئے اور ڈاکٹر صاحب نے برسوں انہیں سنا اور

(۱) تقویم البلدان مطبوعہ پیرس صفحہ ۳۴۵ مصنفہ ابوالفدا - (۲) مارکوپولو کا سفر نامہ صفحہ -
(۳) مخزن الادویہ
(۴) آئین اکبری

(۱) سفر نامہ ابن بطوطہ مطبوعہ لاہور صفحہ
(۲) مین کو عربی میں اُسرب قلعی اور سنسکرت میں رانگ کہتے ہیں یہ ایک سفید اور نرم دھات ہے
(۳) صناجۃ الطرب فی تقدمات العرب
(۴) یہ مضمون توراۃ کے صحیفہ دیری ایوسیم کی دوسری جلد تکوین سے لیا گیا ہے

لغو سمجھا۔ براہین یا سراج منیر کی طبع اور ان کی قیمت کے متعلق اگر کوئی اعتراض تھا (جو میری رائے میں نہایت بیہودہ اور کمزور ہے) تو کیا انہوں نے پہلے نہ سُنا تھا پھر وہ اس اعتراض کو اعتراض اور مسیحیت اور مہدویت کے منصب کے خلاف سمجھتے تھے یا نہیں؟ اگر اُسوقت بھی خلاف سمجھتے تھے تو پھر صاف ثابت ہے کہ وہ نفاق سے اس سلسلہ میں داخل تھے اور اگر اس وقت اس اعتراض کو بے حقیقت اور بیہودہ سمجھتے تھے تو اب اسکی اہمیت کیوں پیدا ہوئی؟ اسیطرح پر وہ سب اعتراضات ہیں جو انہوں نے بیچارے لاہوری ملہم اور دوسرے دریدہ دہن معترضین سے مانگ کر لئے اور اس جلسہ میں پیش کر دئے۔ انکے جوابات بارہا دئے گئے ہیں اسلئے اب انپر بحث کی حاجت نہیں۔ ہاں اس سے اس تعلق کی حقیقت کھلتی ہے جو انہیں سلسلہ عالیہ سے رہا ہے۔

ان باتوں کے ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے ایک ایسا خطرناک جھوٹ بولا ہے جسکو وہ کبھی ثابت نہیں کر سکیں گے اور وہ یہ ہے کہ "انہوں نے تین ہزار روپیہ نقد نذر کیا ہے اور چھ ہزار کتابوں پر خرچ کیا ہے جو ان کی تائید میں چھپوائی ہیں۔ غرض ہمیشہ بیس روپیہ ماہوار چندہ دیتا تھا اور بہت سے مواقع پر علیحدہ چندہ دیا جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ مجھکو جب کہ میں نے چند تجاویز انکی اصلاح عقائد وغیرہ کے متعلق پیش کیں تو مجھے جماعت سے خارج کر دیا"

ناظرین یہ الفاظ پیسہ اخبار سے بجنسہ نقل کئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ میں نے تین ہزار نقد دیا اور اسی مضمون میں پہلے مسٹر محبوب عالم نے ڈاکٹر صاحب کو انٹروڈیوس کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ بیس برس تک مرزا صاحب کے مرید رہے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ میں بیس روپیہ ماہوار دیتا رہا ہوں اگر ڈاکٹر کا بیان صحیح ہے تو اس حساب سے چار ہزار آٹھ سو روپیہ ہونے چاہئیں نہ تین ہزار اور چونکہ وہ بیس روپیہ ماہوار کے سوا بھی اپنے بیان کے موافق دیتے رہے ہیں بیس روپیہ ماہوار دینے والے مرید کی ایسی رقم شاید تین ہزار وہ بھی ہو تو گویا ڈاکٹر صاحب قریباً آٹھ ہزار روپیہ اس سلسلہ کو دیا اور چھ ہزار کتابوں پر خرچ کیا جسکی تعداد ۱۴ ہزار ہوتی ہے۔ اسکے ساتھ اگر ڈاکٹر صاحب اپنی آمدنی کا بھی ذکر کر دیتے تو یہ معاملہ ہو جاتا کہ وہ کتنے سال سے ملازم ہیں اور کیا آمدنی ہے اور کس قدر خرچ ماہوار ہے؟ بہرحال یا تو تین ہزار کی رقم کا دینا جھوٹ ہے یا بیس روپیہ ماہوار کا دینا۔ جس شخص کو اتنا حساب معلوم ہے اسکے پاس یقیناً وہ رسیدات ہونگی جو ان اقوام کے متعلق منی آرڈر کی اسے ملی ہوئی ہونگی۔ بہتر ہے وہ ان کو شائع کریں تاکہ پبلک پر حقیقت کھل جاوے۔ ورنہ میں علے الاعلان کہتا ہوں کہ یہ ایسا جھوٹ ہے جسکی کچھ بھی اصل نہیں۔

تین ہزار کی تخمیناً چھ سو کی رقم بھی ڈاکٹر صاحب ثابت نہ کر سکیں گے اور جب وہ اپنا ثبوت پیش کریں گے تو ہم خود ذاتی بیان کی بنا پر ثابت کر دیں گے کہ انہوں نے اپنی ناداری اور قرضداری کے عذرات اکثر دفعہ پیش کئے ہیں۔

اور کیا ڈاکٹر صاحب یہ بھی بتا سکیں گے کہ انہوں نے مولوی حکیم نورالدین صاحب سے طالب علمی کے زمانہ میں کچھ روپیہ لئے تھے وہ انکو کب واپس کئے تھے؟

بہرحال ان کے چندہ اور روپیہ دینے کا سوال تو بخوبی حل ہو جاویگا لیکن اس کے ضمن میں وہ اصل بحث کو کیوں پیش نہیں کرتے اور مسلمانوں کی یہ کیسی نادانی ہے کہ وہ اصل سوال کہ **محض اقرار توحید نجات کے لئے کافی ہے** پھر کیوں ان سے فیصلہ نہیں کر لیتے۔

ڈاکٹر صاحب کو الہام ہوا ہے کہ "دجّالی فتنہ تیرے ہاتھ سے پاش پاش کیا جاوے گا" تجربہ خود اسکی حقیقت کھولدے گا۔

اس لیکچر میں ایک عجیب بات ڈاکٹر صاحب نے بیان کی ہے جو ان کی ڈاکٹری واقفیت کا راز بھی کھولتی ہے وہ کہتے ہیں

"جناب الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ کی کتاب اب منگا کر دیکھی تو میری آنکھیں کھلیں اور معلوم کیا کہ واقعی مرزا بالکل پاگل ہے"

اس تشخیص کی تو داد دینی چاہئے۔ ڈاکٹر صاحب کو چاہئے کہ اپنی سائیکلوپیڈیا اور مفید عام کو تو جلا دیں کیونکہ ان کا مصنف ہونے کی حیثیت سے تو مرزا صاحب کے (معاذ اللہ) پاگل ہونے کی حقیقت آپ پر نہ کھلی بلکہ یہ حقیقت الٰہی بخش کی کتاب نے کھولی کیا خوب! آپ مرزا صاحب کے پاس بیس سال کے عرصہ سے آتے تھے* اس اثنا میں کبھی آپ کو معلوم نہ ہوا کہ مرزا صاحب پاگل ہیں؟ آپ تو ڈاکٹر تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آپ کے دماغ میں کوئی خلل رہا ہے جو آپ مرزا صاحب کو شناخت نہ کر سکے۔ یا آپ کا دماغ اور علم اسوقت تو صحیح تھا۔ اب اس میں فتور ضرور آیا ہے۔ کہ ایک شخص کو دیکھا نہیں اور اسکی نسبت فتویٰ دیدیا مگر ڈاکٹر صاحب آپکا اختیار کچھ نہیں آپ ہی کے مثیل تھے جنہوں نے کل انبیاء علیہم السلام کو انکے اپنے عہد میں مجنون کہا۔ دیکھو اور انتظار کرو خدا تعالےٰ کس کے حق میں فیصلہ کرتا ہے

فانتظروا انی معکم من المنتظرین

* نوٹ۔ بقول انکے وہ قادیان میں صرف چند مرتبہ آئے ہیں۔ ایڈیٹر

ہمارے ملکی ریفارمر

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں ہم نے ایک نمونہ اپنے ہاں کی اخبار نویسی کا دکھایا تھا کہ ہمارے یہ ملکی ریفارمر کہاں تک اپنے فرائض کو سمجھتے ہیں اور اصول تنقید و تحقیق کی کہاں تک پروا کرتے ہیں۔

آج ذیل میں ایک لطیف مضمون جس میں معقول ظرافت سے کام لیا گیا ہے درج کرتا ہوں اس مضمون میں لاہور کے دو اخباروں کے ایک نوٹ پر ریمارک کیا گیا ہے۔ جس میں ایڈیٹر صاحبان نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لاہوری خدام کے خلاف زہر اگلا تھا۔ اور ان کی گمٹی والی مسجد کے متعلق رائے زنی کی تھی۔

اسپر ہمارے معزز اور مشہور اہل قلم نے جس قابلیت سے تنقید کی ہے وہ قابل غور ہے

تعجب کی بات ہے کہ ہمارے مخالف اخبار نویس رائے زنی کرتے ہوئے نہیں سوچتے کہ ہم کیا کہتے اور کیا کرتے ہیں وہ اپنی کوششوں کو دیکھیں اور پھر سوچیں کہ آجتک سلسلہ کی مخالفت سے انہوں نے سلسلہ کو کیا نقصان پہونچایا؟ وہ یاد رکھیں خدا تعالےٰ نے اس سلسلہ کو خود قائم کیا ہے اور وہ اسکی راہ میں کسی روک کو رہنے نہ دیگا۔

پہلے مخالفوں نے کیا کیا جواب یہ کریں گے بہرحال وہ رائے ذیل میں درج کر دی جاتی ہے۔

امید ہے ہمارے مخالف اسکو غور سے پڑھیں گے اور سوچ سمجھ کر جواب دینگے

ایڈیٹر

مسجد گمٹی بازار لاہور اور مرزائی

اخبار وفادار لاہور مورخہ ۱۵ جون ۱۹۰۶ء میں بہ ضمن اخبار لوکل بہ حوالہ پیسہ اخبار مورخہ ۷ جون ۱۹۰۶ء یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ مسجد گمٹی بازار لاہور میں مرزائی فرقہ کے مسلمان نماز ادا کرتے اور الہام خواب پر بحثتے ہیں سکرٹری انجمن اسلامیہ کو توجہ دلائی گئی ہے کہ امام مسجد کا جواب لیا جاوے "اگر واقعی دونوں اخباروں کی رائے درست ہے سنیوں کی مسجدوں میں دوسرے فرقوں کے مسلمانوں کا نماز پڑھنے کر نا چہ معنی دارد مسلمانوں کے ایک خاص فرقہ کی مسجدوں میں شاید دوسرے فرقہ کا نماز ادا کرنا اور خدا و رسول کا نام لینا در اصل عبادت الٰہی اور اسماء الٰہی میں فوری اثر کرتا ہے اور مسجد کی تحقیر ہوتی ہے تو ہماری رائے میں بہتر ہے کہ

ان مرزائیوں یا احمدیوں کو لاہور سے ہی نکلوا دیا جاوے - انہوں نے نماز تو چھوٹنی نہیں پڑھیں گے ضرور آخر یہ کسی نہ کسی مسجد میں جائیں گے ہی اسواسطے اگر یہ بدستور لاہور ہی میں رہے تو پھر کسی اور مسجد میں جا اکھٹے ہوں گے۔ اور اگر اپنی مسجد بنالی تو پھر بھی لاہور میں ہی رہے۔

لیکن باایں ہمہ یہ لوگ قبلہ رو ہونا بھی نہیں چھوڑیں گے اگر ان کے وجود اور نماز خوانی سے مسجدیں پلید ہو جاتی ہیں تو قبلہ کب محفوظ اور معصوم رہ سکتا ہے۔ کیونکہ مسجدوں میں تو یہ نماز پڑھتے ہیں اور قبلہ کیطرف سجدہ اور منہ کرتے ہیں ہماری رائے میں کوئی ایسی تجویز نکالی جاوے جس سے یہ لوگ قبلہ رو ہوکر نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ کیا گورنمنٹ اسمیں مداخلت نہیں کرتی ہے۔ مسجدیں تو مسجدیں ہمیں تو اب قبلہ کی ہی فکر پڑ گئی ہے ایک سُنی اگر قبلہ رو ہوکر نماز ادا کرتا ہے تو ایک شیعہ کے قبلہ کی تکریم میں ضرور فرق آنا چاہئے اور ایک شیعہ یا احمدی دوسرے لفظوں میں مرزائی نماز گذارے تو تقدس قبلہ کہاں رہی اور اس سے زیادہ یہ سوال اٹھیگا کہ ہر ایک فرقہ خدا اور نبی کو مانتا ہے حالانکہ کسی فرقہ کی دوسرے فرقے سے مصالحت نہیں ہے اس صورت میں کیا جس خدا اور جس نبی کو شیعہ مانتے ہیں وہ سنیوں یا مرزائیوں کا خدا یا نبی ہو سکتا ہے۔ یا جس خدا اور جس نبی کو مرزائی اور شیعہ مانتے ہیں وہ سنیوں کے ماننے کے قابل ہے مسجدوں کے ساتھ ہی قبلہ، خدا، نبی کا فیصلہ بھی ہونا چاہئے۔ علیحدگی اور جدائی ہو تو پوری ہو یہ جزدی افتراق کیا۔

ہمیشہ مسلمان جو پورے جوش و خروش سے اسلام دوسری قوموں کو پیش کرتے ہیں۔ وہ مہربانی کرکے بتائیں تو کہ دوسری قوم والے کس اسلام کو مانیں۔ جب کوئی غیر قوم کا تلاشی مرزائی ہوتا ہے تو شیعہ اور سُنی کہتے ہیں یہ مسلمان نہیں ہوا بدستور کافر ہے۔

جب کوئی شیعہ طریق پر مسلمان کیا جاتا ہے تو سنی اوسے مرتد جانتے ہیں اور جب کوئی سُنی طریق پر مسلمان ہوتا ہے۔ تو شیعہ اوس سے خوش نہیں ہوتے کیا تلاشی کے واسطے لازمی نہیں

نہیں شیوہ میرا ہرگز کبھی ہرزہ درائی کا
نوائے دلکش تحقیق ہر دم مدنگا تا ہوں
خدایا بارور کر شاخ نخل آرزوئے دل
تیری ہی آبیاری پر میں بیج بو دلگا ہوں
یاقوت مروارید مرجان زہر مہرہ خطائی یشب کہربا ورق نقرہ
کیوڑہ و گلاب - سیب و صندل وغیرہ وغیرہ کا
لاجواب مُرکّب
مفرّح دلکشا
موسم گرما کا
خاص تحفہ
یہ اُن قدر دانان ملک کی خواہش کے مطابق تیار کیا گیا ہے جن کو اپنی برباد شدہ صحت خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے مفرح عنبری کی طفیل واپس ملی ہے اور جو اس
موسم میں بوجہ شدت گرمی مفرح عنبری کا بدل چاہتے ہیں - کیونکہ مفرح عنبری کے استعمال کا موقع بسبب گرم ادویہ مثل مُشک وزعفران وغیرہ کے ۱۵ - اگست کے بعد سے
نصف مئی تک ہوتا ہے - البتہ سرد مزاج بلغمی طبیعت کے لوگ ہمیشہ استعمال کر سکتے ہیں - اُن کے لئے کوئی حرج نہیں ہے +
مفرح دلکشا کا نرخ نامہ حسب ذیل ہے
قیمت — ایک ڈبیہ تین روپے (عہ)
قیمت — تین ڈبیہ آٹھ روپے (للعہ)
قیمت — چھ ڈبیہ پندرہ روپے (۱۵ عہ)
قیمت — ایک درجن ستائیس روپے (۲۷ عہ)
وزن فی ڈبیہ ۵ تولہ خوراک ۳ - ماشہ محصولڈاک بذمہ خریدار
مفرح دلکشا
میں خدا تعالےٰ کے احسان وکرم سے وہ تمام خوبیاں ہیں جو آپ سالہا سال سے مفرح عنبری کے استعمال سے دیکھتے چلے آئے ہیں اس لئے مجھے اسکی تعریف میں صفحے سیاہ کر کے
آپ کی سمع خراشی منظور نہیں اور نہ پورے صفات بیان کرنے کی اس اشتہار میں گنجایش ہے کسی قدر واجبی عرض کے بعد میں اسکو ختم کرتا ہوں - صرف آپ اتنی بات یاد
رکھیں - کہ مفرح عنبری تو سردیوں میں اور مفرح دلکشا گرمیوں میں استعمال کے لایق ہے -
مفرح دلکشا جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے - اسکا ادنےٰ خاصہ یہ ہے کہ اسکی پہلی خوراک منہ میں ڈالتے ہی دل و دماغ
میں ایک سریع التاثیر تحریک ٹھنڈک - سرور پیدا ہو کر حواس خمسہ ظاہری و باطنی تیز و روشن
ہو جاتے ہیں خیالات اعلیٰ و مفید سوجھنے لگتے ہیں دل کو وہ تقویت و تفریح پہنچتی ہے کہ گویا خدائے خالق نے ایک نئی زندگی
عطا کی ہے یہ ضعف - بے چینی - دل کا دھڑکنا - گرمی کے باعث دل کا ڈوبتے جانا سانس کا پھولنا - پراگندہ خیالی وغیرہ کیلئے ایک سچا اور قابل اعتماد تریاق ہے -
مفرح دلکشا وہ اکسیر ہے جس کے استعمال سے ضعف دماغ - تبخیر معدہ - شکم کی جلن - جریان - رقت و سرعت - کثرت
احتلام - سوزش مثانہ کے باعث کثرت پیشاب - تقطیر البول دیرینہ و مزمن سوزاک غرض
تمام سوزشی امراض کے دفعیہ کے لئے ایک اکسیر کا کام دینے والا بے ضرر مرکب ہے -
مفرح دلکشا بس وہ جوہر ہے جو دماغی سوزش اور تکان کو بفضلہ منٹوں میں آرام دیتا ہے اس لئے
امیروں وزیروں - نوابوں - رئیسوں جاگیرداروں - ججوں - وکیلوں تحصیلداروں منصفوں
مدرسوں - پولیس فوجی عہدہ داروں اور بالخصوص کالجوں کے طلبا یا جنکو صحت کی قدر ہے - اس مونس رفیق کو
ہر دم اپنی جیب میں جان کے ساتھ رکھنا چاہئے جہاں طبیعت گھبرائی یا تکان محسوس ہوئی جھٹ ایک خوراک منہ میں ڈالی
اور پھر تر و تازہ ہو کر اپنے کام میں لگ گئے -
مفرح دلکشا چونکہ اکثر نباتی اور معدنی تریاقات و سرد جواہرات کا مرکب ہے اسلئے تمام وبائی امراض یا
موسموں یا اُن جگہوں میں جہاں طاعون ہیضہ پھیلا ہوا ہو یا اندیشہ ہو - خدائے کریم کی فرمانبرداری
کیساتھ اسکا استعمال ہر زن و مرد خورد و کلاں کے لئے واجب و لازمی ہے حفظ ما تقدم کیطور پر اس سے بڑھکر دوسری دوائی کا
ملنا قریباً محال ہے
مفرح دلکشا حکما اور ڈاکٹروں کی خدمت میں تو اس کے اظہار کی ضرورت نہیں وہ تو اجزا سے ہی ان سب
باتوں کو سمجھ سکتے ہیں کہ کس کس مرض اور موقع پر مفید ہو سکتی ہے جنرل پبلک کی اطلاع کیلئے عرض کی
جاتی ہے کہ جن مستورات کو اسقاط حمل کا عارضہ ہو یعنی جنکا دوسرے تیسرے مہینے کا حمل ساقط ہو
جاتا ہو اور جن مستورات کو کثرت طمث یعنی ایام ماہواری میں کثرت سے خون جانے کا مرض ہو اور زیادہ خون کے
نکل جانے سے ردی حالت ہو گئی ہو انہیں بلا تردد و بلا تامل فوراً اسکو منگا کر استفادہ حاصل کرنا چاہئے -
مفرح دلکشا سے وہ لوگ بھی بعضلہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو مبتلائے سل و دق ہوں - یا جن کے دماغ بعارضہ نکسیر
یا خونی بواسیر یا تھوک کے ساتھ کسیوقت خون کا آنا شروع ہو گیا ہو یا کسی صدمے یا دھکے یا چوٹ وغیرہ سے
خون بکثرت نکل گیا ہو یا کسی اندرونی ناگفتہ بہ مرض سے قوائے مضمحل ہو گئے ہوں انہیں ضرور اسکے استعمال سے صحت حاصل کرنی چاہئے -
المشتہر
حکیم محمد حسین قریشی موجد مفرح عنبری و مفرح دلکشا کارخانہ رفیق الصحت لاہور

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان

۲۹ دسمبر ۱۹۰۵ء کی ایک تقریر

۲۹ دسمبر ۱۹۰۵ء کی صبح کو ۹ بجے مہمانخانہ جدید میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک عام مجلس ہوئی۔ جس قدر مہمان مختلف شہروں اور قصبوں سے آئے ہوئے تھے وہ سب کے سب موجود تھے۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک لمبی تقریر فرمائی۔ اس تقریر کا مضمون اور مفہوم یہ تھا کہ چونکہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غرض اور غایت یہ ہو کہ اسلام کی عام اشاعت اور تبلیغ ہو اور رہا نہ سے یہاں ایک ایسی جماعت پیدا ہو جو اپنی علمی اور عملی قابلیتوں کی وجہ سے ممتاز ہو کر اس خدمت کو سر انجام دے اسلئے تین دن سے مدرسہ کے جدید انتظام کے مسئلہ پر غور کیا جاتا رہا ہے اور آخر یہ فیصلہ ہوا ہے کہ مدرسہ بصورت موجودہ ہی قایم رہے اور مبلغین اور واعظین کے لئے ایک الگ جماعت کھولی جاوے۔ اسکے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔

خواجہ صاحب نے نہایت شرح و بسط کیساتھ بیان کیا کہ دنیا کی کامیابیاں بھی دین ہی کی ماتحت ہیں اور دین سے الگ ہو کر دنیا کی کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی غرض خواجہ صاحب کی تقریر کا خلاصہ سلسلہ کی ضروریات اور انکی تکمیل کے لئے قوم کے اپنے فرائض تھا اور اس میں صحابہ کرام کے زمانہ کا اس زمانہ سے مقابلہ کر کے بتایا کہ انہوں نے تو جانیں فدا کر دیں اسوقت جانوں کی ضرورت نہیں اسلئے کہ خدا کے مسیح نے جہاد کی حرمت کا فتوےٰ شائع کر دیا ہے اب اگر ضرورت ہے تو مال خرچ کرنے کی ضرورت ہے اسلئے کوئی مستقل فنڈ ہونا چاہیئے۔ خواجہ صاحب اسپر تقریر کر ہی رہے تھے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف لے آئے۔ خواجہ صاحب نے سلسلہ کی ضروریات کے روز افزوں اخراجات کا ذکر کر کے جماعت کو متوجہ کیا۔ انکے بیٹھ جانے پر خدام نے عرض کی کہ حضور کچھ ارشاد فرماویں۔ جسپر آپ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

ایڈیٹر

دیکھو! جو کچھ خواجہ صاحب نے بیان کیا ہے یہ سب کچھ صحیح اور درست ہے۔ لیکن یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایک طرف اللہ تعالےٰ اس جماعت کو حکم دیتا ہے کہ اپنی اپنی عملی حالت سے قوت ایمانی کو درست کر کے دکھاویں۔ کیونکہ جب تک عملی رنگ میں ایمان ثابت نہ ہو صرف زبان سے ایمان اللہ کے نزدیک منظور نہیں اور وہ کچھ نہیں زبان میں تو ایک مخلص اور منافق یکسان معلوم ہوتے ہیں۔ ہر ایک شخص جو اپنا صدق اور ثبات قدم ثابت کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ عملی طور پر ظاہر کرے جب تک عملی طور پر قدم آگے نہیں رکھتا آسمان پر اس کو مومن نہیں کہا جاتا۔

بعض شخصوں کے دل میں خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ آئے دن ہم پر ٹیکس لگائے جاتے ہیں کہاں تک برداشت کریں۔ میں جانتا ہوں کہ ہر شخص ایسا دل نہیں رکھتا۔ کیونکہ ایک طبیعت کے ہی سب نہیں ہوتے بہت سے تنگدل اور کم ظرف ہوتے ہیں اور اس قسم کی باتیں کر بیٹھتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالےٰ کو ان کی پرواہ کیا ہے۔ ایسے شبہات ہمیشہ دنیا داری کے رنگ میں پیدا ہوا کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو توفیق ہی نہیں ملتی۔ لیکن جو لوگ محض خدا تعالےٰ کے لئے قدم اٹھاتے ہیں اور اسکی مرضی کو ہی مقدم کرتے ہیں۔ اور اسی بنا پر جو کچھ بھی خدمت دین کرتے ہیں اسکے لئے اللہ تعالےٰ خود انہیں توفیق دیدیتا ہے اور اعلاء کلمۃ الاسلام کے لئے جن اموال کو وہ خرچ کرتے ہیں انہیں برکت رکھدیتا ہے یہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے اور جو لوگ صدق اور اخلاص سے قدم اٹھاتے ہیں انہوں نے دیکھا ہو گا کہ کسطرح پہلے ہی اللہ انہیں توفیق دی جاتی ہے۔

وہ شخص بڑا نادان ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ آئے دن ہم پر بوجھ پڑتا ہے۔ اللہ تعالےٰ بار بار فرماتا ہے وللہ خزائن السموات و الارض یعنے خدا کے پاس آسمان و زمین کے خزانے ہیں منافق اس کو سمجھ نہیں سکتے۔ لیکن مومن اسپر ایمان لاتا اور یقین کرتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر سب لوگ جو اسوقت موجود ہیں اور اس سلسلہ میں داخل ہیں یہ سمجھکر کہ آئے دن ہم پر بوجھ پڑتا ہے وہ دست بردار ہو جائیں اور بخل سے یہ کہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ تو خدا تعالےٰ ایک اور قوم پیدا کر دے گا جو ان سب اخراجات کا بوجھ خوشی سے اٹھائے اور پھر بھی سلسلہ کا احسان مانے۔ اللہ تعالےٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اس سلسلہ کو بڑھائے پس کون ہے جو اسے روک لے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ بادشاہ سب کچھ کر سکتے ہیں پھر وہ جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہو کب تنگ سکتا ہے۔ آج سے ۲۵ برس بلکہ اس سے بھی بہت پہلے خدا تعالےٰ نے مجھے خبر دی ایسے وقت میں کہ ایک شخص بھی میرے پاس نہ آتا تھا اور کبھی سال بھر میں بھی کوئی خط نہ آتا تھا۔ اس گمنامی کی حالت میں میں نے جو دعوے کئے ہیں وہ براہین احمدیہ میں چھپے ہوئے موجود ہیں اور یہ کتاب مخالفوں موافقوں کے پاس موجود ہے۔ بلکہ ہندوؤں۔ عیسائیوں تک کے پاس بھی ہے۔ مکہ۔ مدینہ اور قسطنطنیہ تک بھی پہونچی۔ اسے کھولکر دیکھو کہ اسوقت خدا نے فرمایا

یاتون من کل فج عمیق و یاتیک من کل فج عمیق۔

یعنے تیرے پاس دور دراز جگہوں سے لوگ آئینگے اور جن راستوں سے آئینگے وہ راہ عمیق ہو جائینگے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ جو کثرت سے آئینگے تو ان سے تھکنا نہیں اور ان سے کسی قسم کی بداخلاقی نکرنا۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب لوگوں کی کثرت ہوتی ہے تو انسان انکی ملاقات سے گھبرا جاتا ہے اور کبھی بے توجہی کرتا ہے جو ایک قسم کی بداخلاقی ہے۔ پس اس سے منع کیا اور کہا کہ ان سے تھکنا نہیں اور مہمان نوازی کے لوازم بجالانا۔

ایسی حالت میں خبر دی گئی تھی کہ کوئی بھی نہ آتا تھا اور اب تم سب دیکھ لو کہ کسقدر موجود ہو۔ یہ کتنا بڑا نشان ہے اس سے اللہ تعالےٰ کا عالم الغیب ہونا ثابت ہوتا ہے ایسی خبر بغیر عالم الغیب خدا کے کون دے سکتا ہے۔ کوئی منجم نہ کوئی فراست والا کہہ سکتا ہے؟

ان حالات پر جب ایک سعید مومن غور کرتا ہے تو اسے لذت آتی ہے وہ یقین کرتا ہے کہ ایک خدا ہے جو اعجازی خبریں دیتا ہے۔

غرض اس خبر میں اسے کثرت کے ساتھ مہمانوں کی آمد رفت کی خبر دی پھر چونکہ انکے کھانے پینے کے لئے کافی سامان چاہیئے تھا اور ان کے فروکش ہونے کے لئے مکانوں کا انتظام ہونا چاہیئے تھا۔ پس اسکے لئے بھی ساتھ ہی خبر دی

یاتیک من کل فج عمیق

اب غور کرو کہ جس کام کو اللہ تعالےٰ نے خود کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور ارادہ کر لیا ہے کون ہے جو اس کی راہ میں روک ہو۔ وہ خود ساری ضرورتوں کا متکفل اور متہیہ کرتا ہے۔

یہ بات انسانی طاقت سے باہر ہے کہ اسقدر عرصہ پہلے ایک واقعہ کی خبر دے کہ ایک بچہ بھی پیدا ہو کر صاحب اولاد ہو سکتا ہے یہ خدا تعالےٰ کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ یہی وجہ ہے جو خدا تعالےٰ نے کی کتابوں میں لکھا ہے کہ صادق کی نشانی پیشگوئی ہے اور یہ بہت بڑا نشان ہے جسپر غور کرنا چاہیئے قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان تدبر اور غور سے بڑھتا ہے جو لوگ اللہ تعالےٰ کے نشانوں پر غور نہیں کرتے انکا قدم پھسلنے والی جگہ پر ہوتا ہے یہ بالکل سچی بات ہے کہ انسان اپنے ایمان میں اسوقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک خدا تعالےٰ کے اقوال۔ افعال اور قدرتوں کو نہ دیکھے۔

پس یہ سلسلہ اسی غرض کے لئے قایم ہوا ہے تا اللہ تعالےٰ پر ایمان بڑھے۔ یہ نشان جو میں نے ابھی پیش کیا ہے خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے اور ایسا زبردست ہے کہ کوئی اسکو رد نہیں کر سکتا۔ برخلاف اسکے کسی دوسرے مذہب والے کو یہ حوصلہ اور ہمت کہاں ہے کہ وہ ایسے تازہ بتازہ نشان پیش کرے۔ جماعت کے لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ کسقدر نشانات ظاہر ہوتے رہتے ہیں یہ محض خدا کا کاروبار ہے کسی اور کو اس میں دخل نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ اللہ تعالےٰ ان پیشگوئیوں کے ساتھ دکھاتا ہے کہ ایمانی قوت بڑھ جاوے۔ اور یہ قوت بغیر ایسے نشانوں کے بڑھ نہیں سکتی۔ کیونکہ انہیں خدا تعالےٰ کا زبردست ہاتھ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ انسان ایسا جاندار ہے کہ جب تک خدا تعالےٰ کی طرف سے تربیت ایمانی کے لئے فیوض و برکات نہ ہوں وہ خود بخود پاک صاف نہیں ہو سکتا۔ اور حقیقت میں پاک صاف ہونا اور تقویٰ پر قدم مارنا آسان امر نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کے فضل اور تائید سے یہ نعمت ملتی ہے۔ اور سچی تقوےٰ جس سے خدا تعالےٰ راضی ہو اسکے حاصل کرنے کے لئے بار بار اللہ تعالےٰ نے فرمایا

یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ

اور پھر یہ بھی کہا

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

یعنے اللہ تعالےٰ انکی حمایت اور نصرت میں ہوتا ہے جو تقوےٰ اختیار کریں۔ تقوےٰ کہتے ہیں بدی سے پرہیز کرنے کو۔ اور محسنون وہ ہوتے ہیں جو اتنا ہی نہیں کہ بدی سے پرہیز کریں بلکہ نیکی بھی کریں۔ اور پھر یہ بھی فرمایا والذین یحسنون الحسنیٰ یعنے ان نیکیوں کو بھی سنوار سنوار کرتے ہیں۔ مجھے یہ وحی بار بار ہوئی

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ اور اتنی مرتبہ ہوئی ہے کہ میں گن نہیں سکتا۔ خدا جانے دو ہزار مرتبہ ہوئی ہو۔ اس سے غرض یہی ہے کہ تا جماعت کو معلوم ہو جاوے

کہ صرف اسہات پر ہی فریفتہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اس جماعت میں شامل ہوگئے ہیں یا صرف خشک خیالی ایمان سے راضی ہو جاؤ - اللہ تعالے کی محبت اور نصرت اسیوقت ملے گی جب سچی تقویٰ ہو اور پھر نیکی ساتھ ہو -

یہہ فخر کی بات نہیں کہ انسان اتنی ہی بات پر خوش ہو جاوے کہ مثلاً وہ زنا نہیں کرتا - یا اس نے خون نہیں کیا چوری نہیں کی - یہ کوئی فضیلت ہے کہ بُرے کاموں سے بچنے کا فخر حاصل کرتا ہے - دراصل وہ جانتا ہے کہ چوری کرے گا تو ہاتھ کاٹا جاویگا یا موجودہ قانون کے رو سے زندان میں جاوے گا - اللہ تعالے کے نزدیک اسلام ایسی چیز کا نام نہیں ہے کہ بُرے کام ہی سے پرہیز کرے بلکہ جب تک بدیوں کو چھوڑ کر نیکیاں اختیار نکرے وہ اس روحانی زندگی میں زندہ نہیں رہ سکتا نیکیاں بطور غذا کے ہیں جیسے کوئی شخص بغیر غذا کے زندہ نہیں رہ سکتا - اسیطرح جب تک نیکی اختیار نکرے تو کچھہ نہیں - قرآن شریف میں ایک جگہ ذکر کیا ہے کہ دو حالتیں ہوتی ہیں - ایک حالت تو وہ ہوتی ہے - یشربون کان مزاجھا کافورا - یعنے ایسا شربت پی لیتے ہیں جسکو ملونی کافور ہو - اس سے یہ مطلب ہے کہ دنیا کی محبت سے دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے - کافور ٹھنڈی چیز ہے اور زہروں کو دبا لیتا ہے - ہیضہ اور وبائی امراض کیلئے مفید ہے - پس پہلا مرحلہ تقوے کا وہ ہے جسکو استعارہ کے رنگ میں یشربون کاسًا مزاجھا کافورا - ایسے لوگ جو کافوری شربت پی لیتے ہیں - ان کے دل ہر قسم کی خیانت ظلم ہر نوع کی بدی اور بد قوی سے دل ٹھنڈے ہوتے ہیں - اور یہ بات انہیں طبعًا اور فطرتًا پیدا ہوتی ہیں نہ کہ تکلف سے وہ ہر قسم کی بدیوں سے بیزار ہو جاتے ہیں - یہہ سچ ہے کہ یہہ معمولی بات نہیں بدیوں کا چھوڑ دینا آسان نہیں - انجیل کا اکثر حصہ اسی سے پُر ہے کہ بُرے کام نکرو - مگر یہ پہلا زینہ ہے تکمیل ایمان کا - اسی پر قانع نہیں ہو جانا چاہئے - ہاں اگر انسان اس پر عمل کرے اور بدیوں کو چھوڑ دے تو دوسرے حصہ کے لئے اللہ تعالے آپ ہی مدد دیتا ہے -

یہہ بات انسان منہ سے تو کہہ سکتا ہے کہ میں بدیوں سے پرہیز کرتا ہوں - لیکن جب مختلف قسم کے بُرے کام سامنے آتے ہیں تو بدن کانپ جاتا ہے -

بعض گناہ موٹے موٹے ہوتے ہیں - مثلاً جھوٹ بولنا - زنا کرنا - خیانت - جھوٹی گواہی دینا اور اتلاف حقوق - شرک کرنا وغیرہ - لیکن بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان ان میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں - جوان سے بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے - مثلاً گلہ کرنے کی عادت ہوتی ہے - ایسے لوگ اسکو بالکل ایک معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن شریف نے اسکو بہت ہی بُرا قرار دیا ہے - چنانچہ فرمایا -

ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ

خدا تعالے اس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اسکے بھائی کی تحقیر ہو اور ایسی کارروائی کرے جس سے اسکو حرج پہونچے - ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اس کا جاہل و نادان ہونا ثابت ہو یا اسکی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو یہ سب بُرے کام ہیں - ایسا ہی بخل - غضب - یہہ سب بُرے کام ہیں - پس اللہ تعالے کے اس ارشاد کے موافق پہلا درجہ یہہ ہے کہ انسان ان سے پرہیز کرے اور ہر قسم کے گناہوں سے جو خواہ آنکھوں سے متعلق ہوں یا کانوں سے - ہاتھوں سے یا پاؤں سے بچتا رہے - کیونکہ فرمایا ہے -

لا تقف ما لیس لک بہ علم - ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا

یعنے جس بات کا علم نہیں خواہ نخواہ اسکی پیروی مت کرو - کیونکہ کان - آنکھہ - دل اور ہر ایک عضو سے پوچھا جاویگا - بہت سی بدیاں صرف بدظنی سے ہی پیدا ہو جاتی ہیں - ایک بات کسی کی نسبت سنی اور جھٹ یقین کر لیا - یہہ بہت بُری بات ہے - جس بات کا قطعی علم اور یقین نہ ہو اسکو دل میں جگہ مت دو - یہہ اصل بدظنی کو دور کرنے کے لئے ہے - (باقی آئندہ)

ڈائری میں سے کچھہ

(از بدر)

آجکل کے ایک مشہور لیڈر قوم کا ذکر تھا کہ وہ کہتا ہے کہ ان دنوں مسلمان وعظ کی مجلس میں نہیں آتے لیکن اگر رنڈیوں کا راگ ناچ ہو تو وہاں خوب جمع ہو جاتے ہیں - حضرت نے فرمایا یہ بات درست ہے لیکن اس کا اصل باعث واعظین کیجانب سے ہے - آجکل کے وعظ کرنے والے ایسے ہیں کہ وہ خود پرلے درجہ کے دنیا دار اور بے عمل اور بدکار ہیں - اور ان کے وعظوں میں نہ کوئی تاثیر ہے اور نہ کوئی لذت ہے اور نہ کوئی کشش ہے برخلاف اس کے رنڈیوں کے راگ میں خراب کاروں کے واسطے ایک لذت ہے گو وہ ظاہری ہے اور بدی کی طرف ہے - مگر لوگ ایک ظاہری لذت کیطرف کھینچے چلے جاتے ہیں - اگر واعظین کے وعظوں میں کشش اور لذت ہوتی تو وہ سب کو کھینچکر اپنی طرف لے آتے - ہر ایک مصلح ریفارمر دین میں چار باتوں کا ہونا ضروری ہے - اول اسمیں ایک بصیرت ہو جس سے وہ علمی مسائل کو ایسے رنگ میں پیش کرے جس سے سننے والوں کو ایک لذت حاصل ہو - کیونکہ نامعقول بات سے انسان کے دل میں ایک خلش رہتی ہے اور معقول بات خواہ مخواہ پسندیدہ ہوتی ہے - اور اسمیں ایک لذت ہوتی ہے - جیسا کہ شربت میں طبعًا ایک لذت محسوس ہوتی ہے - دوم یہ کہ اسمیں ایک عملی طاقت ہو - خود عالم باعمل ہو - صدق وفا اور شجاعت اسمیں پائی جاتی ہو کیونکہ جو شخص خود عمل کرنے والا نہیں اس کا اثر دوسروں پر ہرگز نہیں ہو سکتا - سوم یہ کہ اس میں کشش ہو - کوئی نبی نہیں جسمیں قوت جاذبہ نہ ہو - ہر ایک مامور کو ایک قوت جاذبہ عطا کی جاتی ہے کہ وہ اپنی جگہ بیٹھا ہوا دوسروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور لوگ اس کی طرف کھنچے ہوئے چلے آتے ہیں - چہارم یہ کہ وہ خوارق اور کرامات دکھائے اور نشانات کے ذریعہ لوگوں کے ایمان کو پختہ کرے - ان وعظ کرنے والے لوگوں میں ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں پائی جاتی -

نادان لوگ کہتے ہیں کہ امام کی ضرورت کیا ہے سب لوگ نماز حج وغیرہ فرائض اپنی اپنی جگہ ادا کر رہے ہیں - مگر یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں - فی زمانہ ان کے درمیان اندرونی خوبیاں اور نہ بیرونی - اللہ تعالے نے جو انعمت علیہم میں ایسے لوگوں کا ذکر کیا - وہ انعامات ان کے درمیان کہاں پائیجاتے ہیں یہ لوگ تو خود ہی تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں - اخلاق خراب ہیں - اعمال خراب ہیں - ایمان نہیں - دین صرف ایک رسم رہ گیا ہے جسمیں خالی استخوان ہے اور مغز نہیں - بیرونی حملوں کا یہ حال ہے کہ کوئی خاندان ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی مرتد نہ ہو گیا ہو - وہ جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے تھے اور جن کے کانوں میں لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا کلمہ پڑھا گیا تھا - اب گرجوں میں بیٹھکر ایک خدا کے ساتھہ دوسرے اور تیسرے خدا بناتے ہیں اور مردوں کی پرستش کرتے ہیں - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) گالیاں دیتے ہیں اسلامی سلطنتوں کا یہ ہے کہ سب سے زیادہ فخر سلطان روم پر کیا جاتا ہے جو رات دن یورپ سلطنت سے خوف زدہ رہتا ہے اور بمشکل اپنی زندگی کے دن کاٹ رہا ہے وہ کونسی خوش قسمتی کی بات ہے جو اسوقت مسلمانوں کے درمیان پائیجاتی ہے - ہر پہلو سے ان کے حالات پر رونا آتا ہے ایک اہل رائے ان کے حالات سے بالکل نا امیدی ظاہر کرتا ہے -

دشمن بداندیش صرف عداوت کے سبب ہماری ہر بات اور ہر فعل پر اعتراض کرتا ہے کیونکہ اس کا دل خراب ہے اور جب کسی کا دل خراب ہوتا ہے تو پھر چاروں طرف اندھیرا ہی نظر آتا ہے - یہ نادان کہتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہیں - اور کچھہ کام نہیں کرتے - مگر وہ خیال نہیں کرتے کہ مسیح موعود کے متعلق کہیں یہ نہیں لکھا کہ وہ تلوار پکڑے گا اور نہ یہ لکھا ہے کہ وہ جنگ کرے گا - بلکہ یہی لکھا ہے کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے یعنی وہ اپنی دعا کے ذریعہ سے تمام کام کرے گا - اگر میں جانتا کہ میرے باہر نکلنے سے اور شہروں میں پھرنے سے کچھہ فائدہ ہو سکتا ہے تو میں ایک سکنڈ بھی یہاں نہ بیٹھتا - مگر میں جانتا ہوں کہ پھرنے میں سوائے پاؤں گھسانے کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے - اور یہ سب مقاصد جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں صرف دعا کے ذریعہ سے حاصل ہو سکیں گے - دعا میں بڑی قوتیں ہیں کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ ایک ملک پر چڑھائی کرنے کے واسطے نکلا - راستہ میں ایک فقیر نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی - اور کہا کہ تم آگے مت بڑھو - ورنہ میں تمہارے ساتھہ لڑائی کروں گا - بادشاہ حیران ہوا اور اس سے پوچھا - کہ تو ایک بے سروسامان فقیر ہے تو کس طرح میرے ساتھہ لڑائی کرے گا - فقیر نے جواب دیا کہ میں صبح کی دعاؤں کے ہتھیار سے تمہارے مقابلہ میں جنگ کروں گا - بادشاہ نے کہا کہ میں اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا - یہ کہکر وہ واپس چلا گیا غرض دعا میں خدا تعالے نے بڑی قوتیں رکھی ہیں خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھہ ہوگا - دعا ہی کے ذریعہ سے ہوگا - ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے - اور اس کے سوائے اور کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں - جو کچھہ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں - خدا اس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے - گذشتہ انبیاء کے زمانہ میں بعض مخالفین کو نبیوں کے ذریعہ سے بھی سزا دیجاتی تھی مگر خدا جانتا ہے کہ ہم ضعیف اور کمزور ہیں اسواسطے اس نے ہمارا سب کام اپنے ہاتھہ میں لے لیا ہے - اسلام کے واسطے اب یہی ایک راہ ہے - جسکو خشک ملا اور خشک فلسفی نہیں سمجھہ سکتا - اگر ہمارے واسطے لڑائی کی راہ کھلی ہوتی تو اس کے لئے تمام سامان بھی مہیا ہو جاتے - جب ہماری دعائیں ایک نقطہ پر پہونچ جائینگی تو جھوٹے خود بخود تباہ ہو جائیں گے - نادان دشمن جو سیاہ دل ہے وہ کہتا ہے کہ انکو سوائے سونے اور کھانے کے اور کچھہ کام ہی نہیں - مگر ہمارے نزدیک دعا سے بڑھ کر اور کوئی تیز ہتھیار ہی نہیں - سعید وہ ہے جو اس بات کو سمجھے کہ خدا تعالے اب دین کو کس راہ سے ترقی دینا چاہتا ہے -

تبلیغ عام

۔ دیث نبوی اور بعض آیات قرآنی سے ثابت ۔۔۔ ی ملک اور کوئی ۔۔۔ زمین یا کوئی قوم اور کوئی ۔۔۔ خود وندکریم نے ایسا نہیں چھوڑا کہ جس کی ہدایت کے ۔۔۔ لئے کوئی ہادی نہ بھیجا ہو۔ اگرچہ اب بعض ۔۔۔ سمان بوجہہ ذاتی کدورتوں یا کمی معلومات کے اس ۔۔۔ لیے رشد وہدایت سے انکار کریں یا کسی اور تاویل سے اس سے منحرف ہوں لیکن اسلامی تعلیم اور قرآنی ۔۔۔ سے ثابت ہے کہ خدا نے **کسی قوم اور کسی ملک کو ہادی سے محروم نہیں رکھا۔**

- - - - - - - - -

- - - - جیسے ذات صمدی تمام فرقوں ۔۔۔ م ملکوں تمام مخلوقات کے واسطے رزاق ہے۔ اسیطرح تمام موجودات انسانی کے واسطے ہادی بھی ہے دینیات اور مذہبات سے جدا ہو کر بھی اگر اس بحث پر غور کی جاوے۔ تو پتہ لگ جاوے گا کہ ہر ایک قوم اور فرقہ یا ملک کے واسطے کسی نہ کسی ہادی کا بھیجا جانا لازمی اور ضروری تھا اگر کوئی خدا ہے اور اوس سے سب مخلوق کا تعلق ہے یا وہ سب مخلوق کا خدا ہے تو ضرور ہے کہ

"وہ سب کا ہادی اور سب کا رہنما بھی ہو"

جس طرح ہم خدا کا وجود مان کر اور اسے رازق قرار دیکر اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ

"وہ سب موجودات کا رازق ہے۔"

اسی طرح اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کہ

"وہ سب موجودات اور انسانی گروہوں کا ہادی بھی ہے۔ اسکی وجہ کچھ نہیں معلوم ہو سکتی کہ

"وہ شامیوں اور عربوں یا عبرانیوں اور بنی اسرائیلیوں کے واسطے تو ہادی ہو لیکن ہندیوں اور ایرانیوں کے واسطے ہادی نہ ہو حالانکہ یہہ سب ملک اور سب قومیں اوسی کی پیدائش ہیں اگر یہہ کہا جاوے کہ جو ہادی شام میں آئے وہی دوسرے ممالک کیواسطے بھی ہادی تھے تو اس کا پورانی تاریخوں سے بمشکل پتہ چلتا ہے یا تو اون ہادیوں کا دوسرے ممالک میں آنا اور ہدایت کرنا ثابت ہونا چاہئے اور یا یہ مان لینا ہوگا۔ کہ اون ملکوں اور اون قوموں میں یا تو کوئی ہادی دیا ہی نہیں گیا۔ اور یا دیا جاتا رہا ہے پہلی صورت نہیں مانی جاسکتی کیونکہ اوس سے خدا کی حکمت اور عام اصول پر اعتراض اور حرف آتا ہے ایک خاص ملک اور ایک خاص قوم کی تخصیص کی کوئی وجہ ہونی چاہئے جواب تک پیش نہیں کی گئی جو لوگ یہ جو قومیں اس تخصیص کا قائل ہیں اون کا ذمہ ہے کہ اسکے وجوہات پر مدلل بحث کریں۔ اور اس پر روشنی ڈالیں کہ اس میں کیا کچھہ حکمت تھی۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی پہلی وعظوں میں کہا ہے کہ میں صرف بنی اسرائیلی فرقوں کیواسطے ہی آیا ہوں اس سے بھی یہ پتہ لگتا ہے کہ اون کی یہ تخصیص صرف اس غرض سے ہے یا ان معنوں میں تھی کہ دوسری قوموں یا دوسری جماعتوں کے واسطے کوئی اور ہادی ہوگا۔ یا اور ہادی ہونا چاہئے

دوسری بحث یہ ہے کہ

"دوسری قوموں اور دوسرے ملکوں میں ہادی دیا جاتا رہا ہے اور حجت ہمانی پوری ہو چکی ہے"

اس کا ثبوت ان زندہ نظائر سے ہو سکتا ہے کہ جو قومیں اور جو ملک یا جو فرقے منکرین کے نزدیک خالی از تبلیغ عام خیال کئے جاتے ہیں اور اون کی نسبت یہہ کہا جاتا ہے کہ اون میں کوئی ہادی نہیں دیا جاتا رہا۔ اون میں بھی ایک مذہب اور ایک ملت پائی جاتی ہے۔ اور ایسی ملتوں یا ایکی مذاہب کی تعلیمات کا بہت سا حصہ اُن مذاہب اور اون ملل سے ملتا جلتا ہے کہ جن میں ہادیوں کی تبلیغ عام تسلیم کی گئی ہے اگر ہم یہہ تسلیم کریں کہ ایران یا فارس میں کوئی ہادی نہیں بھیجا گیا تھا۔ تو ہمیں زند اوستا کی تعلیم حیرانی میں ضرور ڈالے گی کیونکہ ژند کی تعلیم میں بہت سے ایسے مسائل یا ایکے شعبے پائے جاتے ہیں کہ جو سماوی مذاہب کے ساتھہ ملتے جلتے ہیں اسی طرح اور قوموں کی مذہبی تعلیمات کا حال ہے خدا نے انسانی جماعتوں کو دو طرح کی شریعتیں دی ہیں۔

(۱) ایک فطرتی شریعت۔

(۲) اور ایک ظاہری شریعت۔

ہم اس سے کبھی بھی انکار نہیں کر سکتے کہ فطرتی شریعت یا طبعی قانون ہر ایک جماعت اور ہر ایک فرقہ کو دیا گیا ہے۔ ایشیاء یوروپ دونوں حصوں میں یہہ قانون دیا گیا ہے جب اس طبعی قانون میں کوئی تفریق اور کوئی کنجوسی نہیں کی گئی تو ظاہری شریعت یا ظاہری قانون کے دینے میں تفریق کی کیا ضرورت تھی۔

دونوں شرائع کا ایک ہی بانی اور ایک ہی شارع ہے۔ کوئی وجہہ نہیں کہ دونوں کی تبلیغ میں کوئی تفریق تسلیم کی جاوے جو فرقہ اور جو مذہب اسپر زور دیتا ہے کہ خدا کی ہدایت اور رشد کا دروازہ ایک ہی جانب سے کھلا ہے۔ اور اوسکے واسطے کوئی دوسری راہ نہیں وہ درحقیقت خدا تعالےٰ کے فیضان کو محدود کرتا ہے اور اپنے پر ہی نہیں بلکہ خود خدا پر بھی یہ بار ڈالتا ہے کہ کیوں اوس نے ایسی تفریق کی۔

اسصورت میں یہ کہنا پڑے گا کہ جو فرقہ یا جو مذہب اس تفرقہ کا مصدق یا حامی ہے وہ اپنے اندر صداقت عام نہیں رکھتا جسکی ایک مذہب حقہ کے واسطے سخت ضرورت ہے۔

بے شک یہہ کہا جاوے گا کہ سب مذاہب کا اصول امتیازی ایک ہی تھا اور اون کے موجودہ اختلافات بعد کی دست برد یا اغلاط کا اثر ہیں اور اون کی ایک مابعد کا مذہب وقت بوقت اصلاح اور ترمیم کرتا رہا ہے۔ لیکن اس سے کسی صورت میں بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی قوم اور کوئی فرقہ یا کوئی ملک خدا کی وحی اور ہدایت سے محروم نہیں رکھا گیا ہے خدا کی وحی اور ہدایت بارش کی مثال ہے جسطرح ہر ملک یا ہر طبقہ ارض میں کم و بیش بارش ہوتی ہے اسطرح ہر ملک اور ہر قوم میں وحی کا فیضان رہا ہے اور ہر قوم اوس سے اپنے اپنے وقت پر مستفید ہوتی رہی ہے حکومتوں اور بادشاہتوں کا تداول بھی خدا ہی کرتا ہے اور وحی کی حکومت بھی اوسی کے فضل سے ہوتی رہتی ہے۔

جو مذہب اپنی تعلیمات میں صادقوں کی تصدیق کرتا ہے اور خدا کی ہدایتوں کا میدان کسی خاص قوم پر تنگ نہیں کرتا ہے وہ اپنے اندر خالص سچائی رکھتا ہے اور ہر ایک مذہب گذشتہ کے مقابلہ میں ایک انصاف سے رائے زنی کرتا ہے اور جو مذہب اسکے خلاف وعظ کرتا ہے وہ دائرہ ہدایت کو تنگ بناتا اور خدا کی وحی کو محدود کرتا ہے

ایسا مذہب کس طرح اپنے آئین یا اپنے قانون اب ایک وسعت کے ساتھہ اوروں کے سامنے پیش کر سکتا ہے کیونکہ جب وہ خدا کی وحی کا دائرہ صرف ایک دو۔ تین چار میں ہی محدود کرتا ہے تو اوس تحدید سے اب کیونکر باہر جا سکتا ہے

اسلام کی تعلیمات سے ثابت ہے کہ وہ اسبارہ میں بمقابلہ اور مذاہب کے بالکل یا پوری آزادی سے تعلیم دیتا ہے۔ وہ واجبی اصولوں کی پابندیوں سے اون تمام بزرگوں کی تصدیق اور تائید کرتا ہے جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔ خواہ سرزمین شام اور عرب میں ہوں اور خواہ یروشلم اور ہندوستان و حبش میں وہ پوری وضاحت اور جوش سے خدا کی تبلیغ عام کی تائید اور تصدیق کرتا ہے اسبارہ میں اسلام نے جس بے تعصبی اور جس آزادی سے کام لیا ہے وہ اوس کا حصہ ہے وہ سب سے پہلے اگر خالص اور صادقوں پر شہادت دیتا ہے اور اون کی دلائل اور براہین سے تصدیق کرتا ہے۔ اگر سب سے پیچھے آنے والا مذہب پہلوں سے انکار کر دیتا تو کر سکتا تھا۔ لیکن اسلام نے یہ مسلک اختیار ہی نہیں کیا اوسے جہان جہان حق اور حق کا نظارہ صادق اصولوں کی پابندی سے ملا اوسکی اوس نے پوری تصدیق کی ہے۔ یہودیوں کے ہوتے اگر اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرتا تو یہودیوں سے بہت کچھہ منافرت کم ہو سکتی تھی۔ لیکن اسلام نے یہودیوں کی جو بہر بہی پروا نہیں کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور رسالت کا اوسی طرح اقرار اور اثبات کیا کہ جیسے خود عیسائی (سوائے صورت تثلیث) کرتے تھے۔

شامی نبوتوں کی تصدیق پر ہی کفایت نہیں کی ہندی۔ ایرانی۔ اوتاروں۔ نبیوں ریفارمروں کی تائید اور تصدیق سے بھی انکار اور اعراض نہیں کیا۔

عیسائیوں کے ساتھہ صرف یہ مخالفت کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے برگزیدہ معزز رسول ہیں لیکن اکلوتے بیٹے نہیں ہیں۔ ہندی اور ایرانیوں سے بت پرستی پر مناقشہ کیا جو کہ اُن میں واقعتاً پائی جاتی تھی اور جس کے دور کرنے کے واسطے خود مذہب والوں نے بھی کوششیں شروع کر رکھی ہیں اور اندرونی مناقشے چھوڑ صرف یہی ایک طریق عمل بانی اسلام کی عظمت پر دلیل واثق اور برہان قاطع ہے۔ اور ایسی محبت سے اسلام ہی اس قابل ہے کہ وہ سب مذاہب کا خالص جوہر قرار پاکر تسلیم کیا جاوے اور بلا تصدیق حضرت رسول اللہ صلعم عربی کے مذہب پرستی باطل قرار دی جاوے۔

افسوس باوجود اسکے بھی بعض قومیں اس محترم رسول عربی کا نام نہایت ہی گستاخی اور بے ادبی سے لینا ایک مذہبی ڈیوٹی سمجھتی ہیں اون کا وطیرہ اونہیں سلامت رہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ تمام دوسری قوموں کے ہادیان کا نام احترام اور عزت سے لیں اور انہیں علیہ السلام کے جملہ سے یاد کریں۔

راقم مسلمان

اطلاع

اخبار سب خریداران کے نام وقت مقررہ پر دفتر سے روانہ ہوتا ہے۔ جس صاحب کو کوئی پرچہ نہ ملے اوسکو چاہئے کہ جو پرچہ نہیں پہونچا وہ پرچہ اخبار کی اگلی اشاعت تک طلب کرے۔ ورنہ بعد میں وہ پرچہ مطلوبہ نہیں ملے گا۔

مینجر۔

متکلم کون ہے؟

اسلام ایسا عالی ظرف اور وسیع مذہب تہا کہ وہ ہر صداقت اور حکمت کو اپنی ملکیت قرار دیتا تہا اور ہادی اسلام خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکمت کو مومن کی گم گشتہ متاع ٹہیرایا تہا۔ آپکی سچائی کا یہہ ایک زبردست ثبوت تہا اور یہ اپنی قوم کو وسیع الحوصلہ اور عالی خیال بنانے کے لئے نہیں بلکہ انمین صدق وصداقت کی روح نفخ کرنے کے لئے آپ نے یہ بہی فرمایا تہا کہ

انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال

مگر اب امتداد زمانہ سے مسلمانون کی حالت یہانتک گرگئی ہے کہ وہ بجائے اسکے کہ عالی ظرفی سے ہر صداقت اور حکمت کے لینے اور قبول کرنے کو ہر وقت آمادہ رہتے اور نہایت متانت اور سنجیدگی سے متکلم کے منشاء کلام کو سمجھنے کی سعی کرتے وہ قطع نظر اس سے ..... کرکے متکلم کی نسبت ایک مخالفانہ رائے قایم کر لینے کے بعد اسکی ہر بات کو خواہ وہ کیسی ہی مفید اور بابرکت ہو رد کرنے کی جرأت کرتے ہیں *

جس نے انہیں نہایت تنگ دل اور کم ظرف بنادیا ہے اور وہ حق وحکمت سے دور جا پڑے ہیں۔ ایک نامعقول اور خلاف کتاب وسنت بات کا رد کرنا تو کچہہ معیوب اور برا نہ تہا مگر غضب تو یہ ہے کہ کوئی بات بہی اگر کسی ایسے متکلم کے منہ سے نکلے جسکی بابت ہم نے اپنی رائے مخالفانہ قایم کرلی ہو ہم اسکے ماننے یا کم از کم اسپر غور کرنے کی تکلیف برداشت نہیں کرتے۔

مثال کے طور پر مین اپنے سید ومولے آقا حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرنا چاہتا ہون۔

آپ کے منہ سے کوئی بات خواہ وہ کیسی معقول اور قرآن کریم اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی عزت وعظمت کے اظہار میں ہو اور خواہ وہ ملکی یا اخلاقی یا مجلسی پہلو سے کیسی ہی مفید اور معقول ہو لیکن محض اسوجہ سے کہ وہ حضرت مسیح موعود کے منہ سے نکلی ہے۔

ہمارے ملکی ریفارمر (بخیال خویش) اخبار نویس اور دوسرے لوگ جنہون نے مخالفت کا ٹہیکہ لیا ہوا ہے اسکو عیب بناکر دکہانے کی سعی کرتے اور اپنی زندگی کا یہی فرض سمجہتے ہیں کہ جہانتک ممکن ہو اسکے معائب اور مثالب بیان کئے جادین اور اسکے تمام مفید پہلوؤن پر بہی خاک ڈالدی جاوے۔

آہ! کیسی تنگدلی اور ناانصافی ہے؟

مسلمان اگر قرآن کریم کو چہوڑ نہ بیٹہتے اگر وہ نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم کی ہدایتون کو پس پشت نہ ڈال دیتے توان میں یہ کمزوری پیدا نہ ہوتی۔ مگر ضرور تہا کہ وہ اوس اوج اور عروج سے گرتے جو انہیں قرآن کریم پر چل کر حاصل ہوا تہا۔ انمین جہوٹ اور گمراہی پہیل جاتی تاکہ آسمان سے ایک نور نازل ہوتا اور پہر ہدایت کا چشمہ ہر قسم کے خس وخاشاک سے پاک کیا جاتا۔

قرآن کریم کے کس کس کمال کو انسان بیان کرے جوئے اور شراب کے متعلق سوال پر قرآن کریم کہتا ہے

قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس

یہہ کیسی زبردست صداقت اور قرآن کریم کی دلیل ہے کہ اگر ذرا سا بہی نفع ان مین تہا تو اس کے اظہار سے نہیں رکا۔

لیکن چونکہ منافع للناس کہنے سے یہ اندیشہ ہوسکتا تہا کہ انسان جو نفع پسند ہستی واقع ہوا ہے شاید ان کی طرف توجہ کرے تو گو فیھما اثم کبیر کہہ کر یعنے نفع پر اسکے نقصان اور گناہ کو مقدم کرکے اصول بلاغت وفصاحت کے لحاظ سے برائیون کو ذہن نشین کردیا تہا مگر وہ شائبہ جو منافع للناس کے لفظ سے رجوع کا ہوسکتا تہا اسے پہر واثمھما اکبر من نفعھما کہہ کر دور کیا۔ مگر اسکے کسی منافع کو خواہ وہ کیسی ہی قلیل در قلیل مقدار میں تہا چہوڑا نہین۔ برخلاف اس طرز کے ہمارے مخالف سوچین کہ کیا وہ قرآن کریم کو اپنا امام بناتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ جب ہمارے مقابلہ میں وہ قلم اٹہاتے ہیں تو قرآن کریم کے اس طرز بیان سے فائدہ اٹہاتے ہیں۔ اور مجدد مائۃ حاضرہ کی مخالفت مین ایسے از خود رفتہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنی پوزیشن کا ذرا بہی خیال نہیں کرتے مین ایک نہین دو نہیں بیسیون ایسی مثالین پیش کرسکتا ہوں جو ہمارے حضور نے عامۃ الناس کی خیرخواہی اور ہمدردی کے لئے ایک بات پیش کی اور اسکی مخالفت کے لئے قلم اور زبان سے کام لیا گیا۔

سب سے تازہ مثال یہ ہے۔ لاہور کے میڈیکل کالج کے طلباء ہاسپٹل اسسٹنٹ کلاس نے ایکا کرکے مدرسہ سے غیر حاضری کی اور اپنے افسرون کی بغاوت کی۔

وہ لوگ جو امن کے دشمن اور گورنمنٹ کی عالی ظرفی اور رحم سے دلیر ہوچکے ہیں انہون نے ان نوجوانون کو مفید اور کار آمد رائے دینے کی بجائے ذرا اور اکسایا اور آپ

آگ لگا جمالو دور کہڑی

کے مفہوم کے موافق تماشا دیکہنے لگے۔ اس شور وشر کو مٹانے کی بجائے انہون نے اسپر اور آگ ڈالنی چاہی۔ بعض ناعاقبت اندیش اخبار نویس دنیا کے کیڑے اور شہرت کے خواستگاران نوجوانون کے مکانون پر جاکر لیڈری کی ذہن میں ان سے ہمدردی کرنے لگے ہمدردی کیا تہی دراصل دشمنی تہی۔ بہر حال یہ جوش بڑہتا گیا۔ جیسے ہونے لگے۔ اور اس میں ان لوگون کو (جو کل تک ان کے لیڈر تہے اور ان کی عزت کی جاتی ہے) محض اسوجہ سے کہ وہ طلباء کی اس طفلانہ حرکت سے خوش نہ تہے اور انہون نے ان کا ساتہہ نہیں دیا اور انہیں نہیں اکسایا بہت کچہہ برا بہلا کہا گیا اور ابتک کہا جاتا ہے۔

ان طالب علمون میں کچہہ وہ نوجوان بہی تہے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ممبر تہے۔ انہین سے بعض حسن اتفاق سے دار الامان میں حاضر ہوئے اور جب انہون نے حضرت اقدس کے حضور اس سٹرائیک کا ذکر کیا تو آپ نے ناپسند فرمایا اور انہیں مناسب حال نصیحت کی اور سکول میں داخل ہوجانے کا حکم دیا۔ ان نوجوانون نے اپنی سعادت کیوجہ سے اس حکم کی تعمیل کی اور وہ فوراً سکول میں داخل ہوگئے۔ انکا داخل ہونا تہا اور حضرت مسیح موعود کی اس ہدایت کا اشاعت پانا تہا کہ ہمارے ملکی ریفارمرون (اخبار نویسون) کا دماغ پہر گیا۔ وہ ایسا غضب ہوتا ہوا دیکہکر کیون خاموش رہ سکتے تہے۔ جہٹ ایڈیٹوریل کالمون میں حضرت اقدس کے اس حکم پر نکتہ چینی شروع کردی۔ میں سچ کہتا ہون کہ مجہے بڑی حیرت کے ساتہہ ان آرٹیکلون کو پڑہا ہے اور میں ابتک اس معما کو حل کرنے کے قابل نہیں ہوا کہ یہہ اقلیم سخن کے خیالی بادشاہ اپنے آپ کو کیا سمجہتے ہیں! اور اہل ملک کی کیسی بدقسمتی ہے کہ وہ انہیں اپنا رہبر ورہنما سمجہتے ہیں۔

کوئی ان دانشمندون سے پوچہے کہ صاحبان! اس حکم دینے میں۔ کونسی اخلاقی۔ مجلسی اور مذہبی غلطی تہی؟ جسپر آپ اسقدر بیزار ہوگئے۔ کیا طلباء میں اطاعت اور فرمانبرداری کی روح نفخ کرنا اور انہیں اپنے آفیسرون اور اوستادون کی شایان شان ادب اور عزت کے ملحوظ رکہنے کی تاکید کرنا کوئی قومی یا مذہبی جرم ہے؟ آخر وہ بات کیا ہے جسپر آپ ایسا بگڑتے ہیں! اسکا جواب سے کچہہ بہی نہیں (یہہ بات مرزا غلام احمد (ایدہ اللہ بنصرہ) نے کہی ہے اسلئے ہر چند وہ مفید اور بابرکت ہو مگر اسکی مخالفت کرنا ہمارے ملکی اخبار نویسوں کا منصبی فرض ہے

!!! شرم!

اگر اخبار نویسی کا یہی مفہوم ہے اور اسکی غایت اور غرض یہی ہے تو ایسے اخبار نویسون سے ملک کا نجات پانا اچہا ہے۔ لاہور کے ایک مذہبی اخبار پرکاش کے ایڈیٹر نے جو بی۔ اے ہے بڑی غور وفکر کے بعد مرزا صاحب پر یہ اتہام لگایا کہ انہون نے لڑکون کو عہد شکنی کی تعلیم دی۔ مگر اس بہلے مانس سے کوئی پوچہے کہ مہاتما جی اگر آپ کا بچہ یہ عہد کرے کہ میں تو لالہ جی کی ڈاڑہی ہی اکہاڑون گا اور کوئی آپ کا خیر خواہ اس بچہ کو یہہ سمجہاوے کہ نا بچہ! باپ کا ادب کرنا چاہئے۔ ایسی حرکت احمقانہ حرکت ہے تو کیا آپ یہ پسند کرینگے کہ وہ بچہ عہد کو پورا کرے یا اس دانشمند کے شکرگذار ہونگے جسنے اسکو احمقانہ حرکت سے روکا اور اسے نیک ہدایت کی؟

اسلام ایسے عہدون کو لغو ٹہیراتا ہے۔ مجہے سخت افسوس ہے کہ پرکاش نے باوجود ایک مذہبی حیثیت رکہنے کے ایسی لغو بات کہی ہے جو اس قابل ہے کہ اسپر بہت نفرین کی جاوے۔ رعایت عہد اسلام کا زبردست اصول ہے۔ اور مسلمانون کو اسکی رعایت کے لئے سخت تاکید ہے لیکن اسلام نے یہ کبہی روا نہیں رکہا کہ وہ ناپاک اور امن عامہ کے مخل اور غداری کے عہدون کی پابندیون کی تاکید کرے۔

یہی وجہ تہی جو مرزا صاحب نے اپنے خدام طالب علمون کو یہ ہدایت کی کہ تمام ایسے لغو عہد کی پرواہ نہ کرو۔ اسکا توڑنا ہی بہتر تہا اور اب زمانہ بتاویگا کہ آیا وہ لڑکے جو داخل ہوگئے وہ اچہے رہے یا وہ جنہون نے ایسے اور بری مشیرون کی صلاح سے خدا تعالیٰ کی دی ہوئی قوتون کو برباد کیا اور قیمتی وقت کو ضایع کیا اور اخلاقی طور پر ایک شرمناک غلطی کا ارتکاب کیا۔ لاہور کے ملکی لیڈرون کا ایسی بغاوت میں شریک نہونا ان کی قابلیت اور فرزانگی کی دلیل ہے اور انپر منہ آنے سے انکی حیثیت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

بہرحال میں افسوس سے ظاہر کرتا ہون کہ لوگ واقعات پر غور نہیں کرتے۔ فراخدلی کیساتہہ ایک شخص کی بات نہیں سنتے اور اسپر کوئی فکر نہیں کرتے صرف یہ دیکہکر کہ یہ بات کس کے منہ سے نکلی ہے مخالفت یا موافقت شروع کردیتے ہیں جو غلط راہ ہے۔

مسلمانون کو جو قرآن کریم کو اپنا امام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں ایسی باتون سے بچنا چاہئے اور انہیں انصاف اور خدا ترسی سے ہماری باتون کو سننا اور انپر غور کرنا چاہئے۔ اور کبہی یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ

متکلم کون ہے؟

ساری بات کو سن کر اور غور کرنے کے بعد بےشک حق ہے کہ انصاف اور خدا ترسی سے اپنی رائے قائم کرو۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم
توخواہ از سخنم پند گیر وخواہ ملال۔

نظم زلزلہ کی تائید

لاہوری اخبار نے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والصلوٰۃ کی نظم زلزلہ کی جو تردید شایع کی تھی اسکے دو جواب پہلے شایع ہو چکے ہیں مگر آج تیسرا جواب میں پہلے سے زیادہ خوشی اور فخر سے شایع کرتا ہوں اسلئے کہ یہ میرے معزز عزیز اور مخدوم زادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ الاحد نے لکھا ہے۔ امید ہے ناظرین کو فائدہ دیگا۔ کاش پیسہ بھی اسے شایع کرے۔

ایڈیٹر

جہاں چند آدمی ملکر بیٹھینگے ضروری ہے کہ ان میں کوئی بدروح بھی ہو کیونکہ جیسے نیکی کا اثر خدا کیطرف سے بندہ پر پڑتا ہے ویسا ہی کچھ خبیث اثر بدروحوں کا بھی ہونا ضروری ہے۔ بلکہ یہ زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان کی فطرت کمزور ہے۔ اس لئے جب اسے کچھ سبز باغ دکھائے جائیں تو ظن غالب ہے کہ وہ اپنے جامۂ عقل و خرد کو چاک کرکے اوس آواز کی طرف جو کہ اسکو ایک تاریک گڑھے کی طرف بلاتی ہے چلا جائے۔ مگر جسکو خدا توفیق دے۔ اور مشاہدہ ایسا ہی ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں منافق اور فاسق فاجر زیادہ ہوتے ہیں اور خدا کی پرستش کرنے والے اور بُری باتوں سے بچنے والے بہت ہی کم ہوتی ہیں۔ یہانتک کہ ہمارے نبی کریم کے زمانہ میں بھی جنکی قوت قدسیہ سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ صرف ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمی ہی ایسے نکلے جنہوں نے کہ خدا کی آواز کو سنا اور قبول کیا۔ ہاں! یہ ضروری امر ہے کہ جب خدائی آواز آئے تو اسکے مقابل میں ایک شیطانی آواز بھی آئے جو کہ انسان کو اس نیک کام کی طرف جسکو وہ اختیار کر نیوالا ہو روکنے کی کوشش کرتی ہے۔ اسوقت اوسکا تازہ نمونہ ہمارے سامنے پیش ہے کیونکہ جب حضرت مسیح موعود نے ایک عظیم الشان زلزلہ کی خبر خدائے علیم و خبیر سے پاکر دنیا میں شایع کی تاکہ پیشتر اسکے کہ عذاب آئے حجت قایم کر دی جائے تاکہ کفار کا قیامت کے دن یہ عذر نہ رہے۔ کہ ہم نے وہ آواز نہیں سنی جس نے ہمکو نیکی کی طرف بلایا ہو اور تاکہ شاید کوئی نیک روح اس سے متاثر ہو کر اُس عذاب عظیم سے بچ جائے۔ لیکن اس غمخواری و دلسوزی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس روحانی آواز کے مقابلہ میں ایک شیطانی آواز بھی اُٹھی جس نے کہ چاند پر غبار ڈالنے کی بہت کچھ کوشش کی لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ کیا کبھی اس سے پہلے ایسا ہوا ہے۔ ہاں کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ اس سے پہلے انبیاء کی دنیا میں کوئی نظیر ملتی ہے نہیں ہرگز نہیں۔ وہ جنہوں نے ایسا کیا انہوں نے اپنی سزا پائی اور وہ جو ایسا کرنا چاہتے ہیں یا کرینگے یا جنہوں نے اس زمانہ میں ایسا کیا ہے ضرور ضرور اپنے کئے کو پہونچ گئے۔ اور وہ خدا جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے انکو سزا دیئے بغیر نہیں رہیگا۔ کیونکہ انہوں نے اسکے مامورون کی مخالفت کی۔ پس وہ غیور خدا اپنے دوستوں کی ہتک گوارا نہیں کریگا۔ میرا مطلب اسوقت اُس شخص سے ہے جس نے کہ پچھلے دنوں میں زلزلہ کی پیشگوئی کی مخالفت میں اسی طرح پر کہ جس پر حضرت صاحب نے شعر کہے تھے اور اسمیں زلزلہ کی پیشگوئی کا اعلان کیا تھا اور لوگوں کو اُس عذاب کے دن سے بچنے کے لئے نصیحت کی تھی ایک غزل زلزلہ کی مخالفت میں پیسہ اخبار میں شایع کرائی اور بڑے زور کے ساتھ اُس نے چاہا کہ یہ امت جو کہ کبھی بڑے بڑے انعاموں کی مستحق رہ چکی ہے۔ اب اس عذاب کو بھی بھگتے اور ایسا نہ ہو کہ اُس دن سے پہلے یہ بیدار ہو جائے خلاف اون کے ارادے کو پورا ہونے ندی میرے چند دوستوں نے اوسکا جواب لکھا ہے اور خوب لکھا ہے۔ مین نے بھی چند اشعار اوسکی غزل کی ردمیں کہے ہیں اور اس لئے کہ شاید کسی کو ان سے فائدہ پہونچے۔ شایع کرتا ہوں۔ بہتر ہو کہ پیسہ اخبار بھی اسکو اپنے اخبار میں شایع کر دے۔

نظم

محمود احمد

شل ہوش اُڑ جائینگے اس زلزلہ آنیکے دن
باغ احمد پر جو آئے ہیں یہ مرجھانے کے دن
یہ نہیں ہیں چھوٹی باتوں پر یوں اترانیکے دن
ہوش کر غافل کہ یہ دن تو ہیں گھبرانیکے دن
سختیوں سے ہی جو جاگیگی تو جاگے گی یہ قوم
اے غبی ہرگز نہیں یہ تو ہے سمجھانے کے دن
مہدی آخر زمان کا ہو چکا ہے اب ظہور
ہیں بہت جلد آنے والے دین کے پھیلانیکے دن
یہ شرارت سب ڈھکی رہ جائیگی جب وہ خدا
ہوش میں لائیگا تم کو ہوش میں لانیکے دن
طوطے اڑ جائینگے ہاتھوں کے تمہارے غافلو
اُس خدائے عزوجل کے چہرہ دکھلانیکے دن
اک جہاں مانیگا اسدن ملت خیر الرسل
ابھی تھوڑے رہ گئے اس دین کے جھٹلانیکے دن
چھوڑ دو سب عیش یارو اور فکر دیں کرو
آجکل ہرگز نہیں ہیں پاؤں پھیلانیکے دن
کچھ بھی صلاحیت جو رکھتے ہو تو حق کو مان لو
یاد رکھو دوستو یہ پھر نہیں آنے کے دن
کبر و نخوت سے خدارا باز آؤ تم کہ اب
جلد آنے والے ہیں وہ آگ برسانیکے دن
امت مرحوم میں ہونے سے تو خوش ہے عزیز
پر میں سچ کہتا ہوں ہیں یہ خون دل کھانیکے دن
جسکے لئے یہ نام پایا تھا نہیں باقی وہ کام
اب تو اپنے حال پر ہیں خود ہی شرمانیکے دن
لوگوں کو غفلت کی تو ترغیب دیتا ہے مگر
بھولجائیگا یہ سب کچھ اُس سزا پانیکے دن
کس لئے خوش ہے یہ تجکو بات ہاتھ آئی ہے کیا
یہ نہ خوش ہونیکے دن ہیں بلکہ ہیں ڈر انیکے دن
مہدئ آخر زمان کا کسطرح ہوگا ظہور
جب نہ آئینگے کبھی اس دین کے اوٹھ جانیکے دن
بات یہ وہم و گمان میں تیرے گر کچھ بھی جھک
آچکے تب تو مسیح وقت کے آنے کے دن
کچھ بھی گر عقل و خرد سے کام تو لیتا تو یہ
دین میں ہیں جو بل پڑے ہیں انکے سلجھانیکے دن
تو تو ہنستا ہے مگر روتا ہوں میں اس فکر میں
وہ ہیں اس دنیا سے اک دنیا کے اٹھ جانیکے دن
جلد کر توبہ کہ پچھتانا بھی پھر ہوگا فضول
ہاتھ سے جاتے رہینگے جبکہ پچھتانیکے دن
اک قیامت کا سماں ہوگا کہ جب آئینگے وہ
مال کی ویرانی کے اور جان کے جانیکے دن
گو کہ اس دن پھیل جائیگی تباہی چار سو
جبکہ پھر آئینگے یارو زلزلہ آنیکے دن
پھر بھی مژدہ ہے انہیں جو دین کے غمخوار ہیں
کیونکہ وہ دن ہیں یقیناً دین کے پھیلانیکے دن
یا مسیح الخلق عدوانا پکار اُٹھینگے لوگ
خود ہی منوا لیگا سب سے یار منوانیکے دن
ہے دعا محمود کی تجھ سے مرے پیارے خدا
ہو محافظ تو ہمارا خون دل کھانیکے دن

امرتسر کے ڈاکخانہ میں لوٹ پوسٹماسٹر ہیڈ ڈیپٹین ہو یا جا سیئے

میں گذشتہ اشاعت میں بتا چکا ہوں کہ بابو متھراداس صاحب کو امرتسر کے ہیڈ آفس سے تبدیل کرنا ضروری ہے اگرچہ میں نے افسران بالا دست کی غور کے لئے ضروری امور پیش کئے ہیں اور وہی کافی تھے لیکن جب تک اس معاملہ کا کلی فیصلہ نہ ہوئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ پر سلسلہ مضامین کا بند نہ کیا جاوے۔ اور اگر صاحب سپرنٹنڈنٹ امرتسر ڈویژن اس امر کو پوسٹماسٹر جنرل تک نہ پہونچائیں گے تو مجھے غالباً اسپر زیادہ زور دینا پڑے گا۔ چونکہ مسٹر رچرڈسن نئے نئے سپرنٹنڈنٹ آئے ہیں اور کچھ تعجب نہیں کہ بابو متھراداس صاحب انسے عرض معروض کرکے اس معاملہ کو دبانے کی سعی کریں۔ مگر میں مسٹر رچرڈسن کی انتظامی قابلیت اور معاملہ فہمی کو ایسا نہیں سمجھتا کہ وہ اس کو دبائیں بلکہ وہ امر حق کی تفتیش کرینگے۔ اور ایسا نتیجہ ظاہر کرینگے۔ جو ہر طرح سے قابل اطمینان ہو۔ بابو متھراداس کی انتظامی قابلیت کے متعلق شاید اس امر کا ظاہر کرنا بے سود نہ ہوگا۔ کہ معمولی دفتر کی صفائی کے متعلق آپ کا یہ حال ہے کہ خاکروب اسوقت آکر خاک اُڑاتا ہے جبکہ دفتر کا وقت ہو حالانکہ یہ صفائی ایسے وقت ہو جانی چاہئے جب کہ دفتر میں کام نہ ہو رہا ہو مگر یہ اصلاح تو تب ہو جب کوئی نگرانی کرے۔ بابو صاحب شاید اپنی باریک بین نظر کے لئے اسے مفید سمجھتے ہوں کہ گرد و غبار اوڑ کر تنفس کے ذریعہ کلرکوں کے شش میں امراض تنفس پیدا کرے اور لوگوں کو اندھا کرے۔ کپڑے تباہ کرے۔ اور بابو صاحب اسطرح پر سبھی کا تماشا دیکھیں یہہ تو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جو معمولی آدمی بھی نظر انداز نہیں ہونے دیتا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بابو صاحب کو ضعف نظر کی بھی غالباً شکایت ہے (خدا کرے ایسا نہو) اگر یہ سچ ہے تو پھر تو اور بھی مشکلات کا سامنا ہے۔

ان ساری باتوں کے علاوہ آپ خدا کے فضل سے **تعصب** کے بھی پتلے ہیں میں نے ایک مسلمان امیدوار کا حشر بتایا تھا کہ وہ امیدوار ہو کر کام سیکھنے گیا آپنے اسے پنکھا کشی پر لگا دیا۔ اور یوں اسکے منحوس وجود سے آپنے رہائی پائی۔

ہندو کلرکوں کے ساتھ آپ کی شفقت اور مہربانی کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کلرک رخصت کی درخواست کرے خواہ اسکا کوئی عزیز بچہ بھی فوت ہو جاوے تو اسے بمشکل ایک دن کی رخصت ملے لیکن ہندو کلرک ہو تو دس دن کی بھی مل جاتی ہے۔ اب ایک اور ہندو کلرک کو دس دن کی رخصت بدون کسی قائمقام آدمی کے دیدی گئی ہے اور پوسٹماسٹر صاحب نے خود ہی کام کرنیکا ذمہ لیا ہے۔ اگر امرتسر کے ڈاکخانہ میں ایسا ہی کم کام ہے کہ بدون قائمقام کے کلرک رخصت لے سکتے ہیں تو پھر کیوں عملہ کو کم نہ کیا جاوے اور پوسٹماسٹر صاحب خود ذمہ لیتے ہیں تو شاید کام ان کے پاس ہی کم ہو۔

میں اس مضمون پر اگلی اشاعت میں کھولکر لکھونگا۔ اور ان کے تعصب کے کارنامے افسران بالادست کے سامنے رکھدونگا۔ شاید اسکے جواب میں وہ یہ کہیں کہ میں ہندو مسلمانوں کو ایک نظر سے اسلئے نہیں دیکھ سکتا کہ میں کانا نہیں ہوں تو بیشک میرے پاس اسکا جواب نہیں اور میں صلاح نہیں دیتا کہ وہ اپنی آنکھ پھوڑلیں۔ بلکہ میں تو انہیں ضعف بصر کیلئے پہلے ہی سرمہ نور العین کے استعمال کی رائے دونگا تاکہ تمام امور پر وہ پوری توجہ کر سکیں۔ (باقی آیندہ)

وہی بابو کالورام انسپکٹر

بابو کالورام انسپکٹر کے شرمناک واقعہ کے اظہار کے بعد میں

منتظر ہوں کہ حکام بالا اسپر کیا نوٹس لیتے ہیں میں نے پی۔ایم۔جی۔ اور سپرنٹنڈنٹ صاحب کو اپنی چٹھیوں کی ساتھ اخبار بھیجدیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ اس معاملہ کو روز روشن میں لائینگے میرے پاس ایک خطرناک شکایتوں کا طومار کالورام انسپکٹر کے متعلق پہونچا ہے جسکو اگلی اشاعت میں درج کرونگا فی الحال بابو کالورام صاحب سے ایک سوال پوچھنا ضروری ہے کیونکہ اس سوال کے جواب سے ایک عجیب معاملہ حل ہونیوالا ہے۔

سوال۔ کیا بابو کالورام صاحب بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے رتن سنگھ چٹھی رسان انبالہ کو کبھی اور سیر نہانے کا وعدہ کیا ہو اور ایفاء وعدہ کی شرط کیا تھی؟

کیا موضع جمیارجی میں دو ہو ہونگی کسی لڑکی کے متعلق کوئی معاملہ ایسا پیش آیا جس میں پولیس تک نوبت پہونچی۔ اس معاملہ یا مقدمہ میں

مسلمانوں کا قدیم علمی لٹریچر

اخلاق حسنہ کا فقدان قومی تنزل کا لازمی نتیجہ ہے مسلمانوں نے حکومت کھوئی عزت برباد کی۔ اور تمول کو خیرباد کہا۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ بڑی نعمتیں تھیں جو ہماری نااہلیت اور غفلت پر قربان ہوگئیں مگر یہانتک بھی کچھ زیادہ افسوس کا مقام نہ تہا۔ حکومت کس قوم کے پاس ہمیشہ رہی ہے جو ہمارے پاس رہتی۔ بارہ سو برس کی پولیٹیکل کمائی ہمارے لئے کچھ کم نہیں ہے۔ لیکن افسوس تو اسپر ہے کہ علم اور علم کے ساتھ غیرت حمیت اور علمی ذوق و شوق کی وہ معنوی دولت بھی ہم نے ضائع کر دی جس پر تیرہ سو برس سے مسلمان تنہا قابض تھے۔ اس سے بھی بڑھکر بیغیرتی اور غفلت کا کوئی نمونہ ہو سکتا ہے۔ کہ اسلاف کی مدت العمر کی علمی کمائی اغیار کے دست تصرف میں ہے۔ اور ہم خالی ہاتھ اُن کی مُنہ تک رہے ہیں؟ عربی کی وہ نادر الوجود کتابیں جن پر اسلام کو فخر و ناز ہے مستشرقین فرانس کی اکاڈیمی۔ اور برٹش میوزیم میں ہماری غفلت پر رو رہی ہیں۔ اور ہم بدقسمت اُن کے قابل عزت ناموں سے بھی بے خبر ہیں۔ اورینٹل کانفرنس کا قصہ کس کو سنائیں جرمنی اور فرانس کے مستشرقین کی جانفشانیوں کے فسانے کس کے آگے دُہرائیں۔ کون ہے جو اسلاف کے کارناموں کی یاد کو اپنے دماغوں میں جگہ دیتا ہے؟ اور کون ہے جو اسلامی لٹریچر کی عدیم النظیر خصوصیات کا دلدادہ ہے؟ تاریخ ادب اور فلسفہ و طبعیات کی وہ کتابیں جو بقول موسیو سیدیو "کے اسلام کے عدیم المثال تمدنی اثر کی حیرت انگیز یادگاریں ہیں" کن کی کوششوں کی بدولت ہم تک پہنچی ہیں اطلبوا العلم کے مخاطبین کی کوشش سے یا الجہالۃ ام التقوی کے عاملین کی محنت سے؟ آہ! مسلمانوں کی سوئی ہوئی غیرت کو کیونکر جگائیں؟ کہ زمانہ کے انقلاب سے اب آخر الذکر صورت کو تسلیم نہ کرنا محسوسات کا انکار کرنا ہے یورپ نے اسلامی لٹریچر کی جو خدمتیں کی ہیں اُنکی تفصیلی سرگذشت کیلئے مستقل آرٹیکل کا انتظار کرو۔ مگر صرف جرمن کی علم پرستی کا ایک منظر دیکھنا چاہتے ہو تو آؤ! احمدزکی بک کی زبانی سُن لو!

"جرمنی کے مستشرقین کو یورپ بہر میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ اسلامی لٹریچر کی جیسی خدمت انہوں نے کی ہے اسکی نظیر یورپ نہیں پیش کر سکتا۔ اگر سوال کیا جائے کہ علوم عربیہ کا بیسویں صدی میں حقیقی محسن کون ہے۔ تو جواب میں یہی آواز آئیگی کہ جرمنی اور جرمنی کے علم پرست علماء۔ اسلام کا اصلی منشا قرآن مجید ہے۔ اور اسلام کا اصلی خادم وہی ہے جو اس مقدس کتاب کی خدمت انجام دے۔ تمغہ توحید پر فخر کرنیوالے ابھی خواب غفلت سے چونکے بھی نہیں تھے کہ الوہیت مسیح کا دم بھرنے والے جرمنی مستشرقین نے سب سے پہلے ۱۶۹۴ء میں لیبزیگ سے قرآن مجید کا پہلا ایڈیشن شائع کیا۔ پہر ۱۸۳۴ء اسی ۱۸۵۲ء تک پانچ مختلف تقطیع اور خصوصیات کے ایڈیشن جرمنی سے چھپکر شائع ہوئے آخری ایڈیشن علامہ فلوگل کی کوششوں اور جانفشانی کا نتیجہ ہے جسکے ساتھ مبنظیر انڈیکس "نجوم الفرقان" شامل ہے۔

قرآن مجید کے بعد اسلامی لٹریچر میں علوم القرآن کا درجہ ہے اور علوم القرآن کی روح و روان علم التفسیر ہے۔ سب سے پہلے جرمنی علماء نے تفسیر بیضاوی کو مختلف تفسیروں میں سے انتخاب کیا۔ نو برس اسکی تصحیح اور انڈیکس کی ترتیب میں صرف کئے۔ اور ۱۸۴۶ء میں مع مطول فہرست کے لیبزنگ سے چھپکر شائع ہوئی۔ بیضاوی کی یہ فہرست ایک عدیم النظیر انڈکس ہے جس میں اصطلاحات اسماء الرجال اسماء النساء۔ اسمائے امکنہ۔ اور احادیث کی الگ الگ باب ہیں۔ اور پوری تفسیر کا مکمل خلاصہ ہے۔

علوم القرآن کے بعد تیسرے درجہ پر علوم الحدیث ہیں اور حدیث میں اصح الکتب جامع صحیح بخاری ہے۔ اسکی اشاعت کا شرف بھی جرمنی کے علماء نے حاصل کیا۔ سب سے پہلی ۱۸۶۲ء میں اس مقدس صحیفہ کا پہلا ایڈیشن جرمنی سے چھپکر دنیا تک پہونچا۔ جسکے ساتھ مطول انڈکس۔ دیباچہ اور مصنف کی لائیف جو مطبوعات یورپ کی خصوصیات میں مستشرقین جرمنی کے علمی جانفشانی کا ثبوت دے رہے ہیں [1]

یہ حال تو مذہبی لٹریچر کا ہے جرمنی کے علماء نے مسلمانوں کے علمی ذخیرہ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اب اسکی بھی مختصر سرگذشت سُن لو۔

ایک ہزار برس کے مسلسل محنت اور جانفشانی سے مسلمانوں نے جو علمی ذخیرہ مہیا کیا تہا یقیناً برباد ہو جاتا۔ اگر یورپ اور بالخصوص جرمنی کے علماء اسکی حفاظت پر آمادہ نہو جاتے۔ بغداد کا تمام ذخیرہ المعتضد باللہ کے منحوس زمانہ میں منتشر ہو گیا پھر تاتاری دیو کے پنجے نے بیت الحکمۃ کا خزانہ برباد کر دیا۔ اندلس کا علمی ذخیرہ بھی اسی طرح وحشی یورپ کی دستبرد سے نہ بچ سکا لیکن موجودہ یورپ کی عالی ہمتی نے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ایک ایسا عظیم الشان ذخیرۂ کتب جمع کر دیا ہے جسکی ان بربادیوں کے بعد دنیا کو توقع نہیں ہو سکتی تہی۔ تاریخ۔ ادب۔ فلسفہ طبعیات۔ ریاضی کی وہ بے بہا کتابیں۔ جن کے الگ کر دینے کے بعد اسلام کا علمی کچکول ہی خالی ہو جاتا ہے۔ صرف یورپ اور بالخصوص جرمنی کی کوششوں سے آج دنیا میں مسلمانوں کے کارناموں کی شہادت دے رہے ہیں۔ علوم کی کسی عربی کتاب کا نام لو۔ اور خاموشی کے ساتھ انتظار کرو کہ مجیب کس خطہ کا نام لیتا ہے؟ یہی آواز کانوں میں آئیگی کہ یورپ نے ڈھونڈھکر شائع کی۔ جرمنی نے تلاش کر کے دنیا تک پہنچائی۔ جرمنی کی اورینٹل اکاڈیمی اور عام مستشرقین اسوقت تک جسقدر عربی کتابیں شائع کر چکے ہیں انکی مختصر فہرست بھی اس لیڈر میں نہیں سما سکتی۔

تاریخ میں الآثار الباقیہ للبیرونی۔ تاریخ کبیر طبری۔ الطوال دینوری یعقوبی تاریخ مکہ فاکہی فتوح البلدان بلاذری۔ التنبیہ و الاشراف مسعودی وہ کتابیں ہیں۔ جنکا ضائع ہونا اسلامی تاریخ کی بربادی تہی مگر جرمن علماء کی کوششوں کی بدولت آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔

جغرافیہ میں احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم مقدسی الجبال و الامکنہ والمیاہ زمخشری۔ مراصد الاطلاع مسالک الممالک اصطخری معجم البلدان حموی الادریسی وہ کتابیں ہیں جو مسلمانوں کی جغرافیہ دانی کا دنیا کو ثبوت دیتی ہیں کس کی کوشش سے شائع ہوئیں؟ جرمنی کی کوشش سے۔ افسوس کہ ہم نے ان کو ضائع کر دیا تہا۔

سفرناموں میں رحلتہ ابن جبیر۔ ابن المہاتک۔ عجائب الہند للکتبۃ الصقلیہ۔ ابن بطوطہ وہ سفرنامے ہیں جو اس امر کا دمدہ ثبوت ہیں کہ گذشتہ زمانہ کے مسلمانوں نے کس طرح دنیا کے مختلف حصوں کی سیاحت کی۔ اور کس طرح علمی ذوق و شوق نے اُن کو اُن مقاموں تک پہنچایا جہاں انسان کی رسائی اُنیسویں صدی کی خصوصیات میں تسلیم کی جاتی ہے۔

اسی طرح ادب میں اخبار العصر۔ قصیدہ ابن عبدون۔ الامدات اسرار العربیہ۔ کتاب الاضداد۔ شرح مفصل۔ الاغانی دیوان صریع الغوانی۔ دیوان علقمہ۔ النحل۔ طبقات الشعراء۔ المفضلیات اور اسی قسم کی بیسیوں کتابیں ہیں جو صرف جرمنی علماء کی کوششوں کی بدولت بربادی سے محفوظ رہگئیں۔ علمائے جرمنی کی کوششوں سے اسوقت تک تقریباً ستر کتابیں عربی کی شائع ہو چکی ہیں [2]

یورپ کے بعد اگر کسی دوسرے ملک نے عربی لٹریچر کی خدمت کی ہے تو وہ شام کا مشہور شہر بیروت ہے۔ بیروت کے رومن کیتھولک عیسائیوں کو عربی زبان اور عربی لٹریچر سے عجیب ذوق اور دلچسپی ہے۔ شعرائے جاہلیت اور مسیحی مصنفین کی کتابیں زیادہ تر بیروت ہی کے مسیحی علماء نے شائع کی ہیں جن میں نظافت طبع انڈکس۔ دیباچہ وغیرہ مطبوعات یورپ کی متعدد خصوصیات ایک حد تک جمع کی گئی ہیں مختصر یہ کہ عربی لٹریچر کی اگر خدمت کی ہے۔ تو مسیحی دنیا نے نعرہ توحید کے بلند کرنے والے غفلت کی میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ مصر مدت کے بعد چونکا ہے اور تفسیر مدارک۔ اور عقائد نسفی کے ساتھ فتوح البلدان اور دلائل الاعجاز بھی برہان کبیر کے ساتھ میں چھپنے لگی ہیں۔ یورپ کی کوششوں سے ہم بیخبر ہی لیکن مصر و شام کو تو دار الطبع ہونے کی حیثیت سے اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ آغانی کی۔ بدولت روشناس نہ سہی۔ مگر فتاوائے ہندیہ "کے ٹائیٹل پیج نے تو مصر سے روشناس کر دیا ہے پہر مصر و شام ہی کی علمی خدمات سے فایدہ اٹھاتے۔ مگر افسوس کہ علمائے ملت مصر کے جدید علمی ذخیرہ سے بھی غافل ہیں۔ فقہ و عقائد کی معدودے چند کتابیں ہیں جن پر علماء کی قوت بصارت صرف ہوتی ہے شب و روز بے نتیجہ قیل و قال اور کفر و تکفیر کا شغل رہتا ہے اور اسی مذاق کو وراثت انبیاء کے استحقاق کی کافی ضمانت سمجھتے ہیں۔ یہ ایک ضروری سوال ہے کہ علماء میں باریک بینی۔ دقیقہ سنجی۔ اور صحیح تصنیفی مذاق کیوں نہیں پیدا ہوتا۔؟ اسکے جواب میں یہ کہنا ایک حد تک صحیح ہے کہ مغربی مذاق سے بے خبری تصنیف و تالیف کی منزل سے ہمیشہ دور رکھتی ہے۔ مگر ایک بڑی وجہ علمی تصنیفات سے ناواقفیت بھی ہے جو اسلاف کی دقیقہ سنجی۔ وسعت نظر اور علمی مذاق کا ذخیرہ ہیں۔ مختصر المعانی اور مطول کی ورق گردانی کیونکر علم بلاغت کا صحیح مذاق پیدا کرے۔ جبکہ اسرار البلاغت اور دلائل الاعجاز سے ہمارے علماء کی آنکھیں ناآشنا ہیں۔ علماء کی تنگ خیالی بہت جلد دور ہو جائے۔ اگر مغربی لٹریچر نہ سہی۔ صرف قدماء کی ان تصنیفات ہی کا مطالعہ کریں۔ جو خوش قسمتی سے مصر میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں مگر غفلت اور بیخبری کا تسلط یہانتک بڑھا ہوا ہے کہ ہمارے علماء کو ان کتابوں کے نام بھی نہیں معلوم ...... "درس نظامیہ" کی کڑی منزلوں کو طے کر لینا علمی ترقی کی انتہائی منزل ہے جس کو علماء مدت ہوئی طے کر چکے ہیں۔

باریک بینی۔ دقیقہ سنجی اور صحیح علمی مذاق اُسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب تھوڑے سے مغربی مذاق کے ساتھ بہت زیادہ عربی کا صحیح مذاق ہو۔ ہندوستان میں اسوقت تک علمی تصنیفات پر وہی جماعت قابض ہے جو مغربی مذاق سے آشنا اور قدیم تعلیم یافتہ ہے۔ ہندوستان میں عربی مذاق کا چراغ چراغ سحری کی منزل طے کر چکا ہے۔ مگر پھر بھی اُن اشخاص کی کمی نہیں ہے جو قدیم تعلیم پر اپنی زندگی قربان کر رہے ہیں پس اگر یہ جماعت یورپ اور مصر و شام کے مطبوعہ لٹریچر کا مطالعہ کرے۔ اور اسلاف کے فراہم کئے ہوئے علمی ذخیرہ سے فایدہ اُٹھائے تو آج عمدہ مصنفین کا جو کال نظر آرہا ہے وہ بہت کچھ دُور ہو جائے۔ لیکن افسوس کہ اس ذخیرہ کے حاصل کرنے کا ہندوستان میں نہ کوئی عمدہ ذریعہ ہے اور نہ قدیم تعلیم یافتہ جماعت کو ذوق ہے ممکن ہے کہ اول الذکر نقص کا علاج اس جماعت میں ذوق و شوق پیدا کر دے اور جو مُردنی عام طور پر چھائی ہوئی ہے وہ رفتہ رفتہ دُور ہو جائے۔

ہم نے اسی خیال سے عربی کے مطبوعہ ذخیرہ کی ایک ایجنسی قایم کی ہے جسکا پہلا اعلان آیندہ نمبر کے ساتھ شائع ہوگا۔ پبلک ابھی ہمارے اصلی منصوبوں سے (جن کو ارادے کی جگہ اسوقت تک منصوبہ ہی کہا جائے۔ جب تک دائرہ علمی میں قدم نہ رکھیں) ناواقف ہے۔ اور ہم اسوقت تک واقف بھی نہیں کرنا چاہتے۔ جب تک اسباب ہمارے ارادوں سے موافقت نکریں عربی لٹریچر کی اشاعت اور ترقی بھی ہمارا ایک قدیم ارادہ تہا۔ جو ایک مدت کے بعد آج پورا ہوا ہے۔ بالفعل ہم نے اس ارادہ کو مطبوعات مصر و شام تک محدود رکہا ہے اگر قوم کی بد مذاقی نے مایوس نہیں کر دیا تو مطبوعات یورپ کی اشاعت بھی اس ایجنسی کا ایک اہم مقصد قرار دیا جائیگا۔ اس ایجنسی کے تفصیلی مقاصد اور خصوصیات اعلان کے ساتھ درج کی جائینگی۔ والسعی منی والاتمام من اللہ تعالٰے۔ (ایڈیٹر)

---

[1] الدنیائی باریس (پیرس) اوایامی اشلثہ فی اور وبا ساحمد زکی بک صفحہ ۲۵۶۔ اور درس العربیہ فی اوروبا فی القرن السادس عشر کا ضمیمہ ۱۲۔

تجارت العرب قبل الاسلام

بقیہ گذشتہ

یونانیوں کے ہاتھ عرب قسم قسم کے مصالحہ خوشبودار اشیا۔ ملبوسات جواہرات وغیرہ فروخت کیا کرتے تھے جنکو وہ لوگ ہندوستان و چین۔ اور اپنے ملک سے لاتے تھے مورخ ہیرودوتس لکھتا ہے کہ صبر اور لوبان کی تجارت یونانیوں سے صرف عرب ہی کرتے تھے اور یہ اشیا ان کو عربوں کے سوا کسی اور سے نہیں ملتے تھے[۲]

استرابو نے بھی یونانیوں اور عربوں کے تجارتی تعلقات کا ذکر کیا ہے۔ اور ان تمام اشیا کو جو یونان میں تجارت عرب کیا کرتے تھے عربستان کی پیداوار بتلاتا ہے۔

عربستان کی تجارت گاہیں عربستان کے کئی شہر تجارت کی منڈیاں تھے جہاں اقصائے عالم سے مال و اسباب آیا جایا کرتا تھا

ملک یمن عرب میں یمن کی تجارت نہایت قدیم ہے[۳] نیز یہاں کے سوداگر جیسے اعلیٰ درجے کی اشیاء فروخت کرتے ویسے اقصائے عالم کے تمام سوداگروں سے بھی میسر نہیں آتے تھے۔

عدن - عدن یمن کا مشہور تجارت گاہ ہے ڈاکٹر گستاولی بان ادریس کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ عدن میں سندھ ہندوستان و چین سے طرح طرح کے بیش قیمت اسباب آیا کرتے تھے جوہر دار تلواروں کے پھل۔ چرم و بلاغت زدہ مشک زین فلفل سیاہ ناریل پوست الائچی دارچینی گلنگ جوتری ہڑ بہڑ آبنوس سنگ پشت کی ہڈی کافور جائے فل لونگ کباب چینی انواع و اقسام کے نباتات کے ریشوں کا بنا ہوا کپڑا اعلیٰ درجے کا مخمل رانگا بید مختلف اقسام کے گیاہ سبز۔

حیرہ - یہ شہر بحرین میں تھا اور بہت بڑی تجارت گاہ تھا۔ یہاں ایران۔ شیراز۔ سندھ ہندوستان۔ افریقہ سے سامان آیا جایا کرتا تھا۔

مخا - یہ شہر قہوہ کی مشہور تجارتی منڈی تھا اور یہاں سے اقصائے عالم میں قہوہ جایا کرتا تھا۔

(۱) لیسدری کشین ڈس عربس

(۲) تاریخ ہیرودوتس کا فرنچ ترجمہ صفحہ ۲۰۰

(۳) لیسدری لیشن عربس

(۴) دوم سفر الایام باب ۹ - ایۃ

(۱) دیکھئے لیسدری لیشن دس عربس۔ صفحہ ۱۳ اور صناجۃ الطرب صفحہ ۱۲ -

صنعا - یہ شہر عرب کے مشہور بلاد سے ہے[۱] قدیم زمانہ میں شاہان یمن کا بیت السلطنت ہونے کی وجہ سے بہت بڑی تجارت گاہ تھا

احسا - شہر[۳] میں خرموں کی تجارت ہوتی تھی

قطیف و کاظمہ - ان دونوں شہروں میں موتی[۴] کی تجارت ہوتی ہے

ظفار - یہ شہر[۵] بھی مشہور تجارتی مقام ہے اہل یمن یہاں سے ہندوستان سے تجارت کیا کرتے تھے[۶] اسی وجہ سے اس علاقہ میں ہندوستان کے اکثر درخت مثل ناریل پان وغیرہ پائے جاتے ہیں۔

ملک حجاز - حجاز میں دو شہر تجارت کے لئے مشہور تھے۔ مکہ۔ جدہ

مکہ - شہر مکہ حجاز میں بہت بڑی تجارت گاہ تھا تھا یہاں قریش کے بڑے بڑے تجار رہتے تھے اور نیز یمن۔ شام۔ عراق۔ مصر۔ وغیرہ ممالک سے تجارتی کارواں آیا جایا کرتے تھے

جدہ - اس شہر سے اہل حجاز بحری تجارت کیا کرتے تھے اور یہیں سے ان لوگوں کی تجارت حبشہ مصر۔ صور۔ افریقہ وغیرہ ممالک سے ہوتی تھی

جیبر[۷] - میں خرموں کی تجارت ہوا کرتی تھی[۸] یہاں خرمے اس کثرت سے ہوتے تھے کہ اُن کی کثرت ضرب المثل ہو گئی تھی۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

فلک واستبضاعک الشعر نحونا
لمستبضع تمراً الی ارض خیبرا

عراق عرب - عراق عرب کے بھی کئی ایک شہر بڑے بڑے تجارت گاہ تھے - حیرہ۔ ابلہ وغیرہ -

حیرہ[۱] - عراق میں تجارت کے لئے یہ شہر سب سے زیادہ مشہور مقام تھا یہاں ہندوستان چین ایران وغیرہ ممالک کے مال و اسباب آیا کرتے تھے

(۱) صناجۃ الطرب صفحہ ۱۱

(۳) " " ۱۲

(۴) " " ۱۲

(۵) یہ شہر خصر موت بحر ہند پر واقع ہے

(۶) صناجۃ الطرب صفحہ ۱۳ دیکھئے -

(۷) خیبر نہایت قدیم شہر ہے اس کو عمالقہ نے آباد کیا تھا - ایام وسطی میں یہاں یہودی بستی تھی

(۸) صناجۃ الطرب صفحہ ۱۰ -

(۱) حیرہ سواد عراق کے کنارے آباد جسکو بنع نے جو یمن میں عمالقہ کے بعد بادشاہ ہوا ہے بخت نصر کے زمانہ میں آباد کیا تھا۔ نعمان بن منذر کی اولاد سے جتنے بادشاہ لخمیین گزرے ہیں

ابلہ[۳] - یہ شہر فرات اور دجلہ میں چلنے والے جہازوں کا لنگرگاہ تھا یہاں بھی سندھ۔ ہندوستان شیراز سے مال و اسباب آیا کرتا تھا[۴]

مداین - یہ شہر خاص کر ابراقی اشیا کی کی تجارت کے لئے نہایت مشہور ہے۔

ارض شام - زمانہ قدیم میں شام کی تجارت گاہ تدمور بعلبک دمشق وغیرہ تھے

تدمور[۵] و بعلبک[۶] - یہ دونوں شہر شام کے نہایت مشہور تجارت گاہ ہیں۔ ان کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا

ڈاکٹر لی بان لکھتا ہے کہ۔ خالدین کا ہندوستان سے خشکی کی راہ نیز خلیج فارس کیطرف سے تجارتی تعلق تھا یہ لوگ وہاں سے جو مال و اسباب لاتے تھے شام میں بھیجدیا کرتے تھے اور یہ کارواں قدیم بعلبک تدمور نیز روما کے تجارت گاہوں میں آیا کرتا تھا

تدمور کو حضرت سلیمان نے اس غرض سے تعمیر کیا تھا کہ وہ تجارت گاہ کا کام دے۔ جہاں آرام۔ فرات کے سوداگر مصر کی تاجروں کے ساتھ اپنے تجارتی مال و اسباب بدلا کریں۔ رومیوں کے زمانہ میں ہندوستان کی پیداوار بھی اسی شہر سے روم میں جایا کرتی تھی[۱]

عربستان کے بازار - عرب میں کئی ایک بازار بھی تھے۔ ان میں اگرچیکہ باہمی تفاخر و شعر خوانی وغیرہ کا بھی بازار گرم رہا کرتا تھا۔ لیکن ان کے کھولنے کی اصلی غرض سلسلہ خرید و فروخت تھی۔

الکا پائے تخت رہا ہے یہاں کے بادشاہ اردشیر بابکان کے وقت سے دولت عجم کے ماتحت ہو گئے تھے

(۲) دیکھئے سید علی صاحب بلگرامی کا مضمون۔ عربوں کی تجارت پر۔

(۳) ابلہ دریائے فرات اور دجلہ کے مقام اتصال پر واقع تھا۔

(۴) دیکھئے سید علی صاحب کا عربوں کی تجارت

(۵) تدمور عرابی لفظ ہے جس کے معنے ہیں کھجور یونانی اس شہر کو پامیرا کہتے ہیں یونانیوں نے گویا تدمور کا ترجمہ کر دیا ہے کیونکہ پالمیرا کے معنے مدینۃ النخل ہیں۔ تدمور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے ملکہ زنوبیا کے عہد تک یعنے تیسری صدی عیسوی تک آباد تھا پھر ویران ہو گیا ہے

(۶) بعلبک اسکا قدیم نام بعلبت ہے یونانی اسکو ہیلیو پولس کہتے ہیں یہ شہر ویران ہو گیا ہے لیکن اسکے آثار موجود ہیں۔

(۱) دوم کتاب ایام باب ہشتم ۴ - ۶

سوق دومۃ الجندل - یہ بازار شہر ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو دومۃ الجندل میں لگا کرتا تھا

سوق ہجر - یہ بازار ارض حمیر میں ربیع الثانی کو کھولا جاتا تھا

سوق عمان - یہ بازار جمادی الاول کے آخر ایام میں ارض حمیر میں کھولا جاتا تھا

سوق مشقر[۴] - یہ بازار قلعہ مشقر میں جمادی الثانی کو ہوتا تھا

سوق صحار - صحار[۵] میں رجب کو کھولا جاتا اور ۱۵ یوم تک رہتا تھا۔

سوق عدن - یہ بازار اوائل رمضان میں کھلتا تھا

سوق صنعا - یہ بازار اواخر رمضان میں ہوتا تھا

سوق حضر موت - یہ بازار ذیقعدہ میں لگتا تھا یعقوبی نے اسکا نام الرابیۃ لکھا ہے[۶]

سوق جباشہ - یہ بازار دیار بارق[۷] میں دو مرتبہ ایک موسم حج میں دوسرا رجب میں ہوتا تھا۔

سوق عکاظ - یہ بازار عرب کے تمام بازاروں سے بڑا اور مشہور تھا۔ اس کا افتتاح طائف میں[۸] ذیقعدہ کی پہلی تاریخ سے ہوتا تھا۔ اور کامل ایک ماہ بیس روز تک کھلا رہتا تھا جس میں عرب کے تمام قبیلے جمع ہوا کرتے تھے علاوہ اس کے ہفتہ میں ایک دفعہ یکشنبہ کے روز بھی کھلتا تھا۔ جس میں قریب قریب کے لوگ آتے جاتے تھے۔ عکاظ میں سوداگروں سے ایک قسم کا ٹکس بھی لیا جاتا تھا جسکو عرب مکس کہتے تھے

علاوہ ان بازاروں کے اور دو بازار ہیں ایک سوق مجنۃ دوسرا سوق الشحر[۱] ان کی تاریخ افتتاح وغیرہ معلوم نہیں لیکن بلوغ الارب سے اتنا معلوم ہوتا ہے پہلا بازار قصبہ مجنۃ میں جو مکہ کے قریب ہے لگتا تھا۔ اور سوق الشحر کے دو مقام تھے ایک منح جو بحرین میں ہے دوسرا حضرموت

(۱) لیسدری لیشن دیس عربس

(۳) دیکھئے بلاہس بائبل ہسٹری کا باب نہم فصل بچہارم فقرہ ۲

(۴) قلعہ مشقر ملک بحرین کا ایک مشہور قلعہ ہے

(۵) صحار یہ شہر عمان کا قصبہ ہے اور بحرین میں واقع ہے دیکھئے تقویم البلدان مطبوعہ یورپ کا صفحہ ۹۸ دیکھئے -

(۶) تاریخ یعقوبی مطبوعہ یورپ صفحہ ۳۱۴ جلد اول

(۷) دیار بارق قنونا میں واقع ہے اور

عربون کے تجارت پیشہ قبائل – عربون کی معاش کا سب سے بڑا ذریعہ تجارت تہا اس لئے کم و بیش تمام عرب تجارت پیشہ پائے جاتے تھے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ حجاز۔ یمن۔ عمان۔ بحرین کے باشندون کی تجارت بہت بڑی ہوئی تھی [1]

عرب بائدہ – ہم نہیں بتلا سکتے کہ عرب بائدہ کے کون کون اقوام تجارت پیشہ تھے۔ کیونکہ انکا زمانہ ہم سے نہایت دور ہوگیا ہے جس سے ان کا کوئی حال معلوم نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ عمالقہ۔ عاد۔ ثمود۔ حمیر وغیرہ جو عرب بائدہ کے مشہور متمدن اقوام ہیں ضرور تجارت کرتے ہونگے

بنی قحطان – بنی قحطان (یہ لوگ تورات مین یقطان کہلاتے ہیں) جو عرب بائدہ کے بعد آکر نواحی یمن میں آباد ہوئے ان کے بیشتر قبائل تجارت و زراعت پیشہ تھے ان لوگوں کی تجارت نہایت وسیع تھی۔ اور ایسے اعلیٰ اشیا کی تجارت کیا کرتے تھے۔ جو اقصائے عالم مین کمیاب ہوتی تھیں [2]

بنی اسمٰعیل – بنی اسمٰعیل بھی تجارت پیشہ تھے۔ یہ لوگ مسیح سے سترہ سو سال قبل ایک ملک کی پیداوار کو دوسرے ملک کی پیداوار سے تبادلہ کرتے ہوئے پائے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک قدیم روایت کے بموجب جس قافلہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے سنگدل بھائیون سے خرید کر مصر مین فروخت کیا تہا وہ اسمٰعیلیون کا تہا جو جلعاد سے گرم مصالحے روغن بلسان لئے کر مصر جا رہا تہا [3] بنی اسمٰعیل اپنی تجارت کی بدولت اس قدر مالدار تھے کہ ان دولت و حشمت ضرب المثل ہوگئی تھی [4]

بنی ادوم – بنی ادوم بھی عرب کے مشہور سوداگر تھے۔ چنانچہ ان کا شہر دومتہ جس کو دومتہ الجندل بھی کہتے ہیں زمانہ قدیم سے شمال اور جنوب کے درمیان یعنی ایک طرف آرام۔ اور بابل دوسری طرف ہند اور مصر کے سلسلہ تجارت جاری رکہنے کے لئے شاہراہ کا کام دیتا رہا [5]

افتونا مکہ سے یمن کی طرف ہے

(۵) طائف نامی مکہ سے ۷۰ میل پر ایک پرفضا قصبہ ہے

(۱) صناجتہ العرب مطبوعہ بیروت صفحہ ۲۹۹

(۲) بلوغ الارب فی احوال العرب مطبوعہ بغداد جلد اول صفحہ ۲۸۳ و ۲۸۴ –

(۳) بلوغ الارب جلد ثالث صفحہ ۴۰۵

(۱) سفر الایام باب ۶ آیتہ ۹ –

قبیلہ قریش – ایام وسطیٰ میں تمام عرب میں اسمٰعیلیون کے قبیلہ قریش کی تجارت نہایت وسیع تھی۔ جس کی وجہ سے یہ قبیلہ تمام عرب میں نہایت دولتمند اور صاحب ثروت مانا جاتا تہا۔

اس قبیلہ کا لقب قریش اس کے تجارت پیشہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔ مورخ ابن خلدون قریش کی وجہ تسمیہ میں لکھتا ہے کہ قرش کے لغوی معنی کسب اور جمع کے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ تجارت اور کسب کیا کرتے تھے اس وجہ سے ان کا نام قریش ہوا [5]

قریشیون کی تجارت کے مرکز – شام یمن۔ حبشہ۔ فارس۔ مصر وغیرہ ممالک تھے۔ قریش شام کو موسم گرما میں جایا کرتے تھے۔ کیونکہ گرمی کا زمانہ شام میں کس قدر آرام سے گزرتا تہا۔ اور وہان اس فصل مین آب و ہوا اچھی ہوتی تھی اور موسم سرما میں یمن کا سفر کرتے تھے۔ کیونکہ عرب کے بہ نسبت یمن کا ملک گرم ہے۔ اور اسی وجہ سے گرمیون مین وہان کا رہنا دشوار سمجھا جاتا تہا [1]

مورخ ابن ہشام لکھتا ہے۔ کہ رسول کریم کے جد امجد ہاشم بن عبد المناف نے پہلے پہل یمن و شام کے سفر مقرر کئے تھے [2] لیکن ابن خلدون اس قول کی تکذیب کرتا ہے۔ اس کا بیان ہے۔ کہ وہ رسم عرب میں ابتدائے زمانہ آبادی سے چلی آتی ہے [3]

قبیلہ قریش کے چند مشہور تجار – چھٹی صدی عیسوی کے وسطی – ایام میں یا ظہور اسلام سے تہوڑا عرصہ پیشتر قبیلہ قریش کے بڑے بڑے تجار … ان کے نام یہ ہیں

ہاشم بن عبد المناف – ان کی تجارت کا مرکز ملک شام تہا

عبد الشمس – ان کی تجارت کا مرکز حبشہ تہا۔

عبد المطلب – ان کی تجارت کا مرکز یمن تہا۔

(۲) سفر تکوین باب ۳۷ – ایتہ –

(۳) سفر یشعیاہ علیہ السلام باب ۲۱ – ایتہ ۱۴

(۴) ملاحظہ کیجئے بلیکیس بائبل ہسٹری۔ باب چہارم فصل دوم فقرہ چہارم

(۵) ابن خلدون مطبوعہ مصر جلد ثانی صفحہ ۳۲۴ –

(۱) صناجتہ الطرب مطبوعہ بیروت صفحہ ۲۹۸

(۲) سیرۃ ابن ہشام جلد اول مطبوعہ یورپ صفحہ

(۳) ابن خلدون مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ

نوفل – ان کی تجارت کا مرکز فارس تہا [4]

قبول اسلام سے پیشتر قریش کا مشہور سپہ سالار ابو سفیان ملک شام میں اور مصر کا نامور فاتح عمرو بن عاص مصر کو بغرض تجارت جایا کرتے تھے [5] حضرت رسول کریم صلعم کو بھی اسی تجارت کی بدولت بعثت سے پیشتر دو مرتبہ ملک شام کے سفر کا اتفاق ہوا ہے [6]

حضرت ابو بکر صدیق بھی بچپن سے تجارت کا پیشہ کرتے تھے۔ آپ کی تجارت ایک طرف یمن اور دوسری طرف شام تک پھیلی ہوئی تھی [1] حضرت عمر بن خطاب کا ذریعہ معاش بھی تجارت کا پیشہ تہا۔ اور آپنے قبول اسلام سے پیشتر تجارت کی غرض سے دور و دراز ممالک کے سفر بھی کئے تھے۔ مسعودی لکھتا ہے۔ کہ آپ نے جاہلیت کے زمانہ مین عراق اور شام کے ممالک کا سفر کیا۔ اور وہان کے عرب و عجم کے بادشاہون سے بھی ملے تھے [2]

علاوہ ازین اور کئی ایک صحابہ کرام ایام جاہلیت و زمانہ اسلام میں تجارت پیشہ تھے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان بزازی کی دوکان کرتے تھے۔ سعد بن وقاص تیر بنا کر بیچا کرتے تھے۔ زبیر بن عوام لحم فروش تھے [3]

وہ اشیا جنکی تجارت اہل عرب کیا کرتے تھے – عربون کی تجارت محض عرب کے پیداوار تک ہی محدود نہ تھی بلکہ وہ ان اجناس کی بھی تجارت کیا کرتے تھے جو **افریقہ ہندوستان چین وغیرہ** ممالک میں پیدا ہوتے تھے۔ اور ان کی تجارت کے اکثر وہ اشیا ہوا کرتے تھے جو سامان عیش و عشرت سے متعلق ہیں۔ عاج۔ مصالحات۔ خوشبویات۔ عطریات۔ جواہرات سونا۔ لونڈی۔ غلام وغیرہ

عربوں کے تجارتی اشیا کی مفصل فہرست بیان کرنا محالات سے ہے۔ تاہم جن اشیا کا ذکر اکثر کتب تواریخ میں آیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ دارچینی قفل۔ ناریل۔ گوگل۔ عنبر۔ لونگ۔ جوز۔ جوز بوا الائچی۔ لوبان۔ کافور۔ عود۔ بید۔ ریشم ظروف چینی۔ عاج۔ اونی صوف۔ بانس۔ تمر ہندی گھوڑے۔ گدہے۔ اونٹ اعلیٰ درجے کے قیمتی کپڑے اور پوشاکین معدنیات یعنی ٹین۔ سیسہ سونا۔ چاندی۔ قہوہ۔ بخور مشک وغیرہ وغیرہ

تورات میں بھی عربون کے تجارتی اشیا کا ذکر آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں عرب کے مختلف اشیا کی تجارت کیا کرتے تھے۔ آدمیوں کے تجارتی اشیا کو ہر شب چراغ قرمزی اور زرد وزری کتان موتی لعل تھے [1]

بنو اسمٰعیل – روغن بلسان گرم مصالحے مر بڑے بکرون مینڈھون کی تجارت کیا کرتے تھے۔ [2][3]

یمن کے سوداگرون کے جو تجارتی اجناس تھے۔ وہ یہ ہیں۔ کمخواب [4]۔ چوغے۔ ارغوانی۔ اور منقش پوشاکین بوقلمون نفیس کپڑے۔ اور خوشبودار مصالحے جواہرات سونا۔ چاندی [5] چندن کے درخت کی لکڑی [6]

عربون کے وہ تجارتی اجناس جو خاص خاص ممالک کی پیداوار ہیں – عربون کے تجارتی اجناس سے بعض ایسے تھے۔ کہ جنہیں وہ ہر ملک سے خرید کرتے تھے مثلاً جواہرات کپڑے وغیرہ۔ بعض اشیا کی پیداوار اور ساخت مختلف ممالک سے

(۴) بلوغ الارب جلد ثالث مطبوعہ بغداد صفحہ

(۵) سید علی صاحب کا مضمون عربوں کی تجارت

(۶) سیرہ ابن ہشام جلد اول مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۹ –

(۱) الصدیق صفحہ ۶ –

(۲) الفاروق مصنفہ شبلی نعمانی جلد اول صفحہ ۲۰

(۳) فلاح دارین مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب صفحہ

(۱) صحیفہ حزقیل علیہ السلام ۲۷ باب ۱۶ – آیتہ

(۲) سفر تکوین ۳۷ – باب ۲۵ – آیتہ

(۳) صحیفہ حزقیل علیہ السلام ۲۷ باب – ۲۱ – آیتہ

(۴) اصل عبرانی زبان کی کتاب میں کمخواب کے لئے گلیم ہے۔ جس کا مادہ گلم ہے اور جس کے معنی ہیں لپیٹنا چونکہ جمع کا صیغہ ہے۔ اس لئے اس کے معنی ہیں لپیٹنے کی اشیا۔ سریانی زبان میں اس کا ترجمہ کملات ہے۔ اور یونانی نسخوں کے ترجمہ سپتواجنٹ میں جسکو مسیح سے تین سو برس قبل یہودیوں کے ستر علماء نے اسکندریہ مین ترجمہ کیا تہا۔ اس کا ترجمہ ماخالیم۔ کیا گیا ہے جس کے معنی کمخواب ہیں

(۵) صحیفہ حزقیل ۲۷ باب ۲۲ سے ۲۴ تک –

(۶) دوم کتاب تواریخ ۹ باب ۱۳ – آیتہ –

(۷) اول سفر الملوک ۱۰ باب – ۱۱ – آیتہ